لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

البلاغ

هذا بلاغ للناس ولينذروا به وليعلموا انما هو اله واحد وليذكر اولوا الالباب (۱۴ : ۵۲)

جلد ۱ | کلکته : جمعه - ۹ - ۱۶ صفر سنه ۱۳۳۴ هجري | نمبـــر - ۴ - ۵

Calcutta : Friday, December 17 & 24 1915.

ترجمان القرآن

يعني قرآن حکيم کا اردو ترجمه ' از خامهٔ اڈيٹر الهـــلال

آسماني صحائف و اسفار کے حقيقي حامل و مبلغ حضرات انبياء کرام و رسل عظام هيں - پس انکي تبليغ و تعليم اور نشر و توزيع کا مقدس کام دراصل ايک پيغمبرانه بـ ‌ ‌ـ هے ' جس کي توفيق صرف انهي لوگوں کو مل سکتي هے جنهيں حق تعالى انبياء کرام کي معيت و تبعيت کا درجه عطا فرماتا هے ' اور انکا نور علم براه راست مشکواة نبوت سے ماخوذ هوتا هے : و ذالک فضل الله يوتيه من يشاء -

هندوستان کي گذشته قرون اخيره ميں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کي توفيق ملي ' وه حضرت شاه عبد الرحيم رحمة الله عليه کا خاندان تها - انکے فرزند حجة الاسلام ' امام الاعلام ' مجدد العصر ' حضرة شاه ولي الله قدس سره تهے ' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حکيم کے ترجمه کي ضرورت الهام الهي سے محسوس کي ' اور فارسي ميں اپنا عديم النظير ترجمه مرتب کيا - انکے بعد حضرة شاه رفيع الدين اور شاه عبد القادر رحمة الله عليهما کا ظهور هوا ' اور اردو زبان ميں ترجمة القرآن کي بنياد استوار هوئي - شکر الله سعيهم ' و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر ٹهيک ايک صدي گذر چکي هے ' ليکن يه کهنا کسي طرح مبالغه آميز نه سمجها جائيگا که نشر و تبليغ قرآن حکيم کي جو بنياد اس خاندان بزرگ نے رکهي تهي ' اسکي تکميل کا شرف حق تعالى نے ايڈيٹر الهلال کيليے مخصوص کرديا تها ' جنهوں نے بعض داعيان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فهم حقائق و معارف قرآنيه ' و ضروريات و احتياجات وقت کو ملحوظ رکهکر قرآن حکيم کا يه اردو ترجمه نهايت سليس ' عام فهم ' معني خيز ' حقيقت فرما عبارت ميں مرتب کيا هے ' اور بحمد الله که زير طبع هے -

يه ترجمه کيسا هے ؟ ان لوگوں کيليے جو الهلال کا مطالعه کرچکے هيں ' اسکا جواب دينا بالکل غير ضروري هے -

يه ترجمه حامل المتن ٹائپ کي جگهه ليتهو ميں چهاپا جاتا هے تاکه ارزاں هو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب کے مطالعه ميں آسکے - قيمت في جلد چهه روپيه رکهي گئي هے - ليکن جو حضرات اس اعلان کو ديکهتے هي قيمت بهيجدينگے ' انسے صرف ساڑهے چار روپيه ليے جائينگے - درخواستيں اور روپيه منيجر البلاغ کے نام بهيجنا چاهيے -

نوٹ — ڈبل نمبر هونے کي وجه سے قيمت في پرچه چهه آنه

"كتاب مرقوم يشهده المقربون" (٨٣ : ١٨)

"وفي ذالك فليتنافس المتنافسون!" [٨٣ : ٢٣]

السحر الحلال
فی
مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

(۱) "الہلال" تمام عالم اسلامی میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو ایک ہی وقت میں دعوة دینیة اسلامیة کے احیاء، درس قرآن و سنت کی تجدید، اعتصام بحبل اللہ المتین کا واعظ، اور وحدة ملة امة مرحومه کی تحریک کا لسان العال، نیز مقالات علمیه و فصول ادبیه، و مضامین و مقالات سیاسیه و مدنیه کا مصور و موضع مجموعه تھا۔ اسکے درس قرآن و تفسیر اور بیان حقائق و معارف کتاب اللہ الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں۔ اسکے طرز انشاء و تعبیر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے۔ اسکے طریق استدلال و استشہاد قرآنی نے تعلیمات الاهیه کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے، وہ اسدرجہ عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید مخالفین و منکرین تک اسکی تقلید کرتے ہیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور ہیں۔ اسکا ایک ایک لفظ، ایک ایک جملہ، ایک ایک ترکیب، بلکہ علم طریق تعبیر و ترتیب، و اسلوب و نسج بیان اس وقت تک کے تمام اردو ذخیرہ میں مجددانہ و مجتہدانہ ہے۔

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعة الاهیه کے احکام کو جامع دین و دنیا اور حاوی سیاست و اجتماعیة ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپنی خصوصیات کے لحاظ سے کوئی قریبی مثال تمام عالم اسلامی میں نہیں رکھتا۔

(۳) وہ تمام ہندوستان میں پہلی آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکی تمام سیاسی و غیر سیاسی معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کی، اور سیاسی آزادی و حریت کو عین تعلیمات دین و مذہب کی بنا پر پیش کیا۔ یہاں تک کہ دو سال کے اندر ہی اندر ہزاروں دلوں، ہزاروں زبانوں، اور صدہا اقلام و صحائف سے اس حقیقت کو معتقدانہ نکلوا دیا!

(۴) وہ ہندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادی و عملی الحاد کے دور میں توفیق الہی سے عمل بالاسلام والقرآن کی دعوت کا از سر نو غلغلہ بپا کردیا، اور بلا ادنی مبالغہ کے کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار مشککین، مذبذبین، متفرنجین، ملحدین، اور تارکین اعمال و احکام، راسخ الاعتقاد مومن، صادق الاعمال مسلم، اور مجاہد فی سبیل اللہ مخلص ہوگئے ہیں۔ بلکہ متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر ہیں جن میں ایک نئی مذہبی بیداری پیدا ہوگئی ہے: و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم!

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جہاد فی سبیل اللہ کے جو حقائق و اسرار اللہ تعالی نے اسکے صفحات پر ظاہر کیے، وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و رحمت خاص ہے۔

(۶) طالبان حق و ہدایت، متلاشیان علم و حکمت، خواستگاران ادب و انشاء، تشنگان معارف الاهیه و علوم نبویه، غرضکہ سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعہ اور کوئی نہیں۔ وہ اخبار نہیں ہے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی ہوجاتی ہوں۔ وہ مقالات و فصول عالیه کا ایک ایسا مجموعہ ہے، جن میں سے ہر فصل و باب بجائے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے، اور ہر زمانے اور ہر وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید ہوتا ہے۔

(۷) چھہ مہینے کی ایک جلد مکمل ہوتی ہے۔ فہرست مواد و تصاویر بہ ترتیب حروف تہجی ابتدا میں لگا دی گئی ہے۔ ولایتی کپڑے کی جلد، اعلی ترین کاغذ، اور تمام ہندوستان میں وحید و فرید چھپائی کے ساتھہ بڑی تقطیع کے (۵۰۰) صفحات!

(۸) پہلی اور دوسری جلد دوبارہ چھپنے کی۔ تیسری، چوتھی اور پانچویں جلد کے چند نسخے باقی رہگئے ہیں۔ تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتھی جلد میں (۱۲۵) سے زاید ہاف ٹون تصویریں بھی ہیں، اس قسم کی دو چار تصویریں بھی اگر کسی اردو کتاب میں ہوتی ہیں تو اسکی قیمت دس روپیہ سے کم نہیں ہوتی۔

(۹) با ایں ہمہ قیمت صرف سات روپیہ ہے۔ ایک روپیہ جلد کی اجرت ہے۔

Tel Address: "Albalagh," Calcutta.
Telephone No. 648

AL-BALAGH.

Chief Editor:
Abul Kalam Azad,
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly .. Rs. 6-12

البلاغ

مدیر مسئول رئیس قلم تحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدهلوی

مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - رپن لین
کلکته

ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ٦ - ۱۲ - آنہ

جلد ۱

كلكته : جمعه - ۹ - ۱٦ ، ز سنه ۱۳۳۴ هجري
Calcutta : Friday, December 17 - 24 1915.

نمبر - ۴ - ۵

ترجمان القرآن

ترجمان القران اور البيان كيليے بعض ارباب دل كو الله تعالى نے توفيق دي كه وہ اسكے متعدد نسخے ليكر طلبا و علماء اور مساجد و مدارس ميں مفت تقسيم كريں ' اور اسطرح انكي ترتيب و اشاعة كا اصلي نفع حاصل كيا جاے - چنانچه اس هفتے مولوي عليم الدين صاحب نے برار سے ' مولوي محمد حسن صاحب نے گجرات سے ' اور مولوي امين الدين صاحب اورسير نے بمبئي سے بالترتيب ترجمان القران اور البيان كے دس دس نسخوں ' آٹھه آٹھه نسخوں ' اور سوله سوله نسخوں كي قيمت بهيجدي هے - فجزا هم الله تعالى خير الجزاء في الدنيا و الاخره -

(۲) اس سے پہلے رنگون سے ايک صاحب دل درنوں كتابوں كے بيس بيس نسخوں: كيليے قيمت بهيج چكے هيں جنكو وہ كسي مدرسه كے طالب علموں ميں تقسيم كرينگے - ساتهه هي وہ پسند نهيں كرتے كه انكا نام شائع هو - يه انفاق في سبيل الله كا منتهاے مرتبه هے -

(۳) اس سے زيادہ قابل ذكر جناب رستم علي صاحب سول هسپتال مالاكنڈ پشاور هيں جنهوں نے ايک ايسے مقام سے جہاں سوا متعلقين دفتر كے اور كوئي تعليم يافته آبادي نهيں ' ترجمان القران اور البيان كے نو نو نسخوں كي قيمت بهجوادي هے -

(۴) بعض احباب توسيع اشاعت كيليے نماياں طور پر كوشش كررهے هيں ' اور دفتر انكے اخلاص و محبت كا شكرگذار هے - هم نے بارها اس خيال كو ظاهر كيا هے كه كسي پريس كي اعانت كا صحيح و اصلي طريقه چنده اور عطيه نهيں هے ' بلكه توسيع اشاعت كي كوشش - اگر ايک چيز كو آپ مفيد يقين كرتے هيں تو دوسروں تک پهنچائيے اور اسكے فوائد كا دائره وسيع كيجيے - ابتدا سے البلاغ محض گذشته پيشگي قيمتوں ميں تقسيم هورها هے اور اكثر حالتوں .. سال بهر تک اور بعض حالتوں ميں چهه ماه تک يهي حالت جاري رهيگي - اسليے سخت ضرورت هے كه نئے خريدار پيدا كيے جائيں ' اور اميد هے كه احباب كرام حتى الوسع اسكے ليے كوشش كرينگے -

عهد التواء و انتظار

ياد رفته كا ايک لمحهٔ فكريه !

رند هزار شيوه را ' طاعت حق گراں نبود
ليک صنم به سجده در ' ناصيه مشترک نخواست !

(۲)

(مشرب تجارت اور مذهب دعوة)

ميں نے اگر تاجر كے مقابلے ميں ايک داعي كي زندگي كا امتياز " نفع عام " اور " اخلاص عمل " كو قرار ديا هے ' اور كها هے كه تجارت لينا اور حاصل كرنا چاهتي هے ' پر راه دعوة كي اولين شرط دينا اور كهونا هے ' تو تم انكار كرنے ميں جلدي نه كرو - كيونكه بهت ممكن هے كه جن نظريات مخالف كي بنا پر تم ايسا كرنا چاهو ' انسے ميں بيخبر نهوں :

چو بشنوي سخن اهل دل مگو كه خطا ست
سخن شناس نهٔ دلبرا خطا اينجا ست !

دراصل يه سوال اس مشهور اور مشكل مسئله كے حدود ميں داخل هو جاتا هے جسكا تعلق اعمال انساني كي خود غرضي اور طبعي خواهش حصول نفع سے هے ' اور جو فلسفه كے دائره ميں آكر يه سوال بن جاتا هے كه انسان كے تمام جذبات و اميال ' اور اعمال و اقدام كا محور و محرک اصلي كيا هے ؟ اور اسكا كوئي جذبهٔ و عمل خود غرضي يعني جلب نفع ذات سے خالي هو سكتا هے يا نهيں ؟

قديم حكماء نے بهي اس مسئله پر نظر ڈالي هے اور حكماء جديد نے بهي - حكماء اسلام ميں سے جن حكماء نے اخلاق و فلسفهٔ اخلاق

کو اپنا موضوع قرار دیا ھے ' انکے مباحث و آراء کا بھي ایک ذخیرہ وافر موجود ھے - علامۂ ابن مسکویہ ' امام غزالي' اور امام راغب اصفہاني نے اپني تصنیفات میں ضمناً جابجا بحثیں کي ھیں - نئے دور کے حکماء میں مل نے ا پر خاص توجہ کي' اور ایک خاص مقالہ " فلسفۂ خود غرضي " پر لکھا - یہ لوگ کہتے ھیں کہ انسان بالطبع خود غرض ھے' اسکے تمام جذبات اسي کے تابع ھیں' وہ جو کچھہ کرتا ھے اپنے نفع ذات کیلیے کرتا ھے - حتی کہ ماں باپ کي محبت بھي خود غرضي سے خالي نہیں - البتہ کوئي خود غرضي بہت واضح ھوتي ھے ' کوئي بہت مخفي ' کوئي بالکل سامنے کا قریبي نفع ھوتا ھے جسکو فوراً سمجھہ لیا جا سکتا ھے' کوئي اسقدر دور ھوتا ھے کہ متعین و معلوم کرنا مشکل ھوتا ھے' اور اسلیے ایک نا واقف کہہ اٹھتا ھے کہ اس عمل میں کسي طرح کي ذاتي غرض پوشیدہ نہیں - یہ یکسر اخلاص ھے -

لیکن میں یہاں اس بحث کو نہیں چھیڑنا چاھتا ' قرآن حکیم میں اس سوال کے جواب کیلیے روشني موجود ھے ' اور تفسیر البیان میں بہ تفصیل یہ بحث آچکي ھے - جو لوگ " اخلاص عمل " کے منکر ھیں ' انہوں نے خلوص کي ایک خاص تعریف کي ھے' اور انکا انکار در اصل اسي خلوص سے ھے - لیکن یہ انکار ھماري موجودہ صحبت کیلیے کچھہ مضر نہیں - راہ دعوت کے خلوص اور طلب نفع عام سے مقصود یہ نہیں ھے کہ داعي کي کوئي ایسي غرض اپنے عمل سے وابستہ نہیں ھوتي جو خود اسکے لیے بھي مفید ھو' بلکہ مقصود صرف یہ ھے کہ وہ تاجر کي طرح عوض و بدل مالي کا طالب نہیں ھوتا' اور حصول زر اور طلب مال کو اپنا مقصد قرار نہیں دیسکتا - اسکے کاموں کا مقصد نفع جماعت ھے ' اور وہ جانتا ھے کہ یہ مقصد لینے اور حاصل کرنے کي راہ نہیں کھول سکتا ' بلکہ یکسر اسکے برعکس اور بالضد حکم رکھتا ھے - یہاں لٹنا اور لٹانا پڑیگا ' اور قدم قدم پر اپني ذات ' اپنے جسم ' اپنے جذبات و اعمال ' اپني آزادي ' اپني راحت ' اپني صحت ' اپنا ھر طرح کا عیش و عشرت ' بلکہ اکثر حالتوں میں اپني زندگي اور اسباب جان تک دیدیني پڑیگي - پس وہ جس لمحہ کے اندر اس امر کا فیصلہ کرتا ھے کہ یہي راہ دعوۃ اختیار کرني چاھیے' اسي لمحہ کے اندر اسکا بھي فیصلہ کرلینا پڑتا ھے کہ تجارت کي کلفات عوض و بدل سے ھمیشہ کیلیے باھر آجانا چاھیے - وہ دیکھتا ھے کہ تجارت کي دکان اور دعوۃ کي قربانگاہ ' دونوں ایک جگہ نہیں بنائي جا سکتي - یہ دو سوکنیں ھیں جو ایک شوھر کے گھر میں کبھي بھي جمع نہ ھونگیں - ضرتان ' ان رضیت احد اھما ' سخطت الاخرى :

سراپا رھن عشق و ناگزیر الفت ھستي !
عبادت برق کي کرتا ھوں اور افسوس حاصل کا !

(حقیقت اخلاص و خود غرضي)

اگر تم کہتے ھو کہ انسان کا کوئي فعل نفع ذات کي خواھش سے خالي نہیں ھوسکتا ' تو یہ کون کہتا ھے کہ داعي اپنے سامنے نفع ذات کي کوئي خواھش نہیں رکھتا ؟ یقیناً اپني ذات کي نفع اسکے بھي مد نظر رھتي ھے' لیکن وہ نہیں جو تاجر کے سامنے رھتي ھے - یقیناً نفع ذات کا ایک محبوب وہ بھي رکھتا ھے' لیکن وہ نہیں جو تاجر کا معشوق ھے - یقیناً معاوضے اور بدلے کا ایک خیال وہ بھي دیکھتا ھے ' لیکن وہ نہیں جسکي طلب میں تاجر بیقرار ھوتا ھے - داعي کیلیے سب سے پہلي اور سب سے بڑھکر اپني ذات کے نفع و سود کي غرض یہ ھوتي ھے کہ جس " یقین " کي قوۃ سے تجارت کي روزي زندگي یکسر محروم ھے' اس یقین کامل کے ساتھہ وہ سمجھتا ھے کہ ایک سب سے بڑي اور سب سے بالا تر ذات ھے جسکي خوشي اور مرضي اسي کام میں ھے جو میں کر رھا ھوں ' اور جسکا پیار اور عشق مجھکو ' میرے نفس کو' میرے وجود معین کو ' میرے نفس خاص کو اُسي وقت ملسکتا ھے ' جبکہ اس راہ فنا فرمائے دعوۃ میں مضطربانہ و والہانہ دوڑوں ' پھولوں کي سیج سے اٹھوں اور کانٹوں کے اوپر لوٹوں ' لعل و جواھر کو پھینکدوں اور آگ کے انگاروں سے کھیلوں ' خود اپنے ھاتھہ سے اپني آسایش و راحت کے گھر کو جلادوں ' خود اپنے ھاتھوں اپنے مال و متاع کو غارتگروں کے حوالے کردوں' لینے سے بھاگوں اور کھونے سے عشق کروں ' دست معطي سے دشمني کروں اور دست سائل کیلیے پکاروں ' اپنے اپکو مٹادوں ' اپنے آپکو کھودوں ' اپني آنکھوں کو ھمیشہ خونبار رکھوں ' اپنے جسم کو ھمیشہ زخموں سے چور دیکھوں ' اپنے ایک ایک زخم سے خون کي ندیاں بہادوں ' پھر اس پر بھي بس نہ کروں ' اور اگر اس محبوب حقیقي ' اُس شاھد یکتا کي ایک چشم مہر' ایک نگہ عشق پرور ' ایک تبسم جان نواز ' ایک اداء قبولیت ' بھي ملسکے ' تو سولي کے تختے کا طواف کروں' جلاد کے ھاتھوں کو بوسہ دوں ' آب شمشیر کو آب زلال حیات سمجھوں :

مرتا ھوں اس آواز پہ ' ھر چند سر اڑجاے
قاتل سے وہ لیکن یہ کہے جاے کہ " ھاں اور "

یہي وہ مقام ھے جسکي طرف صحیح بخاري کي یہ حدیث اشارہ کرتي ھے :

والذي نفسي بیدہ : لوددت اني اقتل في سبیل اللہ ثم احیا ' ثم اقتل ثم احیا ' ثم اقتل ثم احیاء ' ثم اقتل !	اُس خدا کي قسم جسکے ھاتھہ میں میري جان ھے ' میں چاھتا ھوں کہ اللہ کي راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ ھوں اور قتل کیا جاؤں ' پھر زندہ ھوں اور قتل کیا جاؤں ' پھر زندہ ھوں اور قتل کیا جاؤں -

اسي راہ میں مجروح و مقتول ھونا اور تڑپنا وہ لذت رکھتا ھے کہ بار بار مقتول ھونے کیلیے بار بار کي زندگي کا طالب ھوں !

اے دش بدے بجاے یک جان صد جان
تا میکشي و بار دگر میخرم !

تم کہتے ھو کہ اگر تاجر اپني ذات کا نفع ڈھونڈھتا ھے' تو وہ بھي نفع ذات اور خود غرضي سے خالي نہیں ھوسکتا جسکا نام داعي رکھا گیا ھے - ھاں ' یہ سچ ھے ' مگر پہلے اسے سمجھہ لو کہ داعي کي خود غرضي اور نفع ذاتي کي طلب کیا ھے ؟ تاجر اگر کسي ایک جنس کو زیادہ اچھي قیمت پا کر بیچتا ھے' تو خوش ھوتا ھے کہ آج میرا مطلوب ملگیا ' کیونکہ اسکي خود غرضي کي ھوس طلب مال و زر میں پوشیدہ تھي - اسي طرح داعي اپنے کاروبار دعوۃ میں جس دن اپنے سرمایۂ مال و نفس کو زیادہ لٹنے' زیادہ کھونے ' زیادہ قربان ھونے کے معاوضے میں فروخت کرتا ھے' تو خوش ھوتا ھے کہ آج میں نے اپنے محبوب و مطلوب کو اپنے سے زیادہ راضي کیا ' اور آج اس روٹھے ھوے کو بہت زیادہ منا لیا جو بغیر کھونے اور مٹنے کے مجھسے من ھي نہیں سکتا تھا - کیونکہ داعي کي خود غرضي اور خود پرستي کي ھوس طلب رضاء الہي میں پوشیدہ تھي - وہ بھي تاجر کي طرح غرض ضرور رکھتا تھا ' مگر اسکو کیا کیجیے کہ غرض ھي کي نوعیت ھي بدل گئي - تاجر کے حصے میں وہ غرض آئي جو پانے سے پرورش پاتي ھے ' اور داعي نے اُس غرض کو پایا جسے کھونے سے نشو و نما ملتي ھے :

من و بیدل حریف سعي بیجا نیستم واعظ
تو و قطع منازلہا ' من و یک لغزش پاے !

تاجر جس دن کھوتا ھے ' سر پیٹتا ھے کہ تباہ ھو گیا - داعي جس دن نہیں کھوتا ھے ' ماتم کرتا ھے ' کہ اج اُس نے اپنے محبوب کیلیے کچھہ نہیں دیا - وہاں اگر ایک پیسہ کا بھي نقصا

ہوتا ہے تو دل میں ٹیس اٹھتی ہے کہ سرمایۂ زندگی کھٹ گیا - یہاں اگر اشرفیوں کے ختم ہوجانے پر بھی افسوس ہوتا ہے تو صرف اسلیے کہ کاش اور ہوتا تو اور زیادہ لٹاتے :

سارت مشرقۃ و سرت مغرب
شتان بین مشرق و مغرب !

یہاں کا عالم دوسرا ہے، اور مل کے فلسفہ ہی پر کائنات انسانی کے احکام ختم نہیں ہوگئے ہیں - اس دنیا میں جہاں انسان راحت ذاتی کو سوچتا اور اپنے جسم کے سکھ اور امن کے عشق میں پاگل رہتا ہے، وہ انسان بھی ہمیشہ پیدا ہوے ہیں اور پیدا ہوتے رہینگے جنکی زندگی کی بڑی محبوب و مطلوب غرض جسم کا راحت اور چین نہیں، بلکہ درد و ایذا اور دکھ اور ٹیس ہے - شاید ہی دنیا میں کوئی مخلوق بڑی سے بڑی راحت اور بہتر سے بہتر سکھ پاکر اسقدر خوش ہوتا ہوگا، جسقدر دکھ اور زخم پاکر انکی روح عیش و نشاط سے معمور ہوجاتی ہے !

وہ اپنے کاروبار دعوۃ کی راہ میں جب نکلتے ہیں تو صرف زخم و درد ہی کے بھوکے پیاسے رہتے ہیں - حتی کہ جب انہیں کوئی نیا زخم ملتا ہے تو نئی صداے شکر انکے اندر سے اٹھتی ہے، اور جب وہ کسی نئی بربادی، کسی نئی جسمانی تباہی، کسی نئی ضرب شمشیر، کسی نئی حلقۂ زنجیر سے دوچار ہوتے ہیں، تو خوشیاں مناتے ہیں کہ آج اپنے خدا کو اپنے سے راضی کرنے کیلیے سب سے بڑی دولت ہاتھ آئی :

در عالم نقد جان بر دست دارند
بیا زارے کہ سوداے تو باشد !

حضرۃ رابعۂ بصریہ سے پوچھا کہ عبادت کا کیا حال ہے ؟ قالت : رکعتان فی العشق، لا یصح وضوءهما الا بالدم - صرف دو رکعتیں مگر انکا وضو صحیح نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے گرم گرم خون کے چلو بھر کر منھ کو نہ دھو لو :

گریزد از صف ما ہر کہ مرد غوغا نیست
کسیکہ کشتہ نشد از قبیلۂ ما نیست !

سید الطائفۂ بغدادی سے ایک شخص نے پوچھا کہ چالیس اونٹ ہوں تو انکی زکواۃ کیا ہوئی ؟ کہا : اما عندکم فواحد، و اما عندنا فکلہ - تمہارے نزدیک تو چالیس میں صرف ایک، اور ہمارے مشرب میں پورے چالیسوں - یہی مذہب حضرۃ صدیق کا تھا، جب وہ سب کچھ لٹا کر آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوے تھے، اور جب حضور نے انسے پوچھا تھا کہ : ما أبقیت لاهلك ؟ اپنے اہل و عیال کیلیے کیا چھوڑ آے ہو ؟ عرض کیا : ابقیت لهم اللہ و رسولہ ! اللہ اور اسکے رسول کو - من لہ المولی فلہ الکل :

آنکس کہ ترا بخواست جان را چہ کند ؟
فرزند و عیال و خان و ماں را چہ کند ؟
دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی
دیوانۂ تو ہر دو جہان را چہ کند ؟

(تجارت و ربح دعوۃ)

اور اگر تم تجارت تجارت ہی کہہ رہے ہو، تو پھر تمہاری دکانداری کے مقابلے میں یہاں بھی ایک خرید و فروخت موجود ہے :

ان اللہ اشتری من المومنین انفسهم و اموالهم بان لهم الجنۃ -	بلا شبہ خدا نے مومنین مخلصین کی جانوں اور مالوں کو نعائم اخرۃ کے معاوضے میں خرید لیا ہے !

یہ نہ کہو کہ راہ دعوۃ میں "اخلاص" نہیں ہو سکتا - اگر نہیں ہوسکتا تو خرید و فروخت اور عوض و بدل کی خود غرضی ہی سہی - لیکن یہ کیا ضرور ہے کہ تم جن معاوضوں پر مر رہے ہو، ہر دل کیلیے انہی معاوضے میں کشش ہو ؟ کیا یہ ممکن نہیں کہ ایک مومن داعی اس معاوضہ کے نفع کیلیے اپنا جان و مال اور اپنا سب کچھ دیدے، جو روز ازل ہی میں خریدار عالمین نے اس سے خرید لیا ہے ؟ و انشد الاصمعی لجعفر الصادق علیہ و علی اباءہ و اجدادہ الصلواۃ و السلام :

اثامن بالنفس النفیسۃ ربها
و لیس لها فی الخلق کلهم ثمن
بها تشتری الجنات ان انا بعتها
بشی سواها، ان ذالکم غبن
اذا ذهبت نفسی بشی اصیبه
فقد ذهب الدنیا و قد ذهب الثمن !

اگر "غرض" کی تلاش ہے تو اس سے بڑھکر بھی کوئی غرض دنیا میں ایک انسان کیلیے ہوسکتی ہے کہ رب السماوات و الارض کو اپنے نفس و مال جیسی حقیر و اذل متاع کا خریدار بنائے ؟ اور ایک ایسے مال کو دیکر جسے یقیناً ایک دن چھوڑنا ہی پڑیگا، اور ایک ایسی جان کو دیکر جو بجبر و اکراہ ایک دن دینی ہی پڑیگی، اسکی رضا و محبت کی دولت لازوال حاصل کر لے ؟

جاں بجاناں دہ وگرنہ از تو بستاند اجل
خود تو منصف باش اے دل ایں بکن یا آں بکن !

(ابتغاء مرضات اللہ)

قرآن حکیم نے بھی اخلاص کے معنی وہ نہیں بتلاے ہیں جو تم اپنی فلسفیانہ تفرید جذبات و امیال کے بعد قرار دینا چاہتے ہو - وہ اخلاص کی حقیقت یہی بتلاتا ہے کہ زخارف دنیوی اور زینۃ مادیہ کی جگہ محض اللہ کی خوشنودی کیلیے اپنی جان و مال کو خرچ کرنا، اور خدا کی مرضی کے حصول اور اسکی محبت کی پادشاہت کو اپنی غرض وحید اور اپنا نفع مطلوب ٹہرانا :

و من الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ، و اللہ رؤف بالعباد -	اور اللہ کے بندوں میں سے بعض ایسے مومنین مخلصین بھی ہیں جو اپنی جان کو فروخت کرتے ہیں تاکہ اللہ کی رضاء حاصل کریں !

سورۂ دہر میں ان مخلصین کے اعمال بتلاے جو اپنی خدمتوں کا کوئی دنیوی معاوضہ طلب نہیں کرتے - خدا کے بندوں کی خدمت کرتے ہیں، بھوکوں کو کھلاتے ہیں، پیاسوں کو پلاتے ہیں، اور پھر کہتے ہیں کہ :

انما نطعمکم لوجہ اللہ لانرید منکم جزاء و لا شکورا !	یہ جو ہم نے تمہیں کھلایا پلایا، سو اسکا کوئی بدلہ اور کوئی احسان مندی تم سے نہیں چاہتے - یہ جو کچھ بھی تھا صرف اللہ کیلیے تھا اور اسیکی رضاء کیلیے !

(ایک اشارۂ حقیقت)

راہ دعوۃ و تبلیغ کا اصلی مرکز و ماخذ مقام نبوت ہے - تم نے کبھی غور کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ قران حکیم نے جتنے انبیاء کرام کا ذکر کیا ہے، ان میں سے تقریباً سب نے اپنی قوم کو مخاطب کرکے ہمیشہ کہا کہ ہم داعی ہیں، تاجر نہیں ہیں؟ حضرۃ نوح علیہ السلام نے کہا : و ما اسئلکم علیہ من اجر، ان اجری الا علی رب العالمین۔ (ہود) حضرۃ ہود نے کہا : و ما اسئلکم علیہ من اجر، ان اجری الا علی رب العالمین (شعرا) حضرۃ صالح نے قوم ثمود سے کہا : و ما اسئلکم علیہ من اجر، ان اجری الا علی رب العالمین (شعرا) حضرۃ لوط نے کہا : و ما اسئلکم علیہ من اجر الا

علی رب العالمین (شعرا) حضرة خاتم المرسلین کي نسبت فرمایا :

و ما تسئلهم علیه من اجر ' ان هو الا ذکر للعالمین (اخر یوسف) ۔ یعني سب نے کہا کہ هم اپني خدمتوں کا کوئي معارضه ' کوئي بدله ' کوئي اجر ' تم سے نہیں چاهتے - همارا جو کچهه بهي اجر و معارضه کا حساب هے ' اسکي جگه دوسري هے ' اور وہ بارگاہ رب العالمین هے !

یه اسي حقیقت ثابتهٔ و نبویه کي طرف اشارہ هے که تجارت اور اقتصاد سود و زیاں کي راہ دوسري هے ' اور دعوة و تبلیغ کي راہ دوسري هے - جو تجارت کے مشرب کا ایک شائبه بهي رکهتا هو ' وہ داعي نہیں هوسکتا ' اور جسپر دعوة کا ایک لمحه بهي گذر جاے ' وہ بازار تجارت کا رهرو نہیں هوسکتا - انبیاء کرام مقام دعوة و تبلیغ کا انتہائي مرتبه تھے ' پس جب کبهي انہوں نے دنیا کو مخاطب کیا تو سب سے پہلے اپني حیثیت کو واضح کیا اور کہا که هم داعي هیں ' تاجر نہیں هیں - سورهٔ هود اور سورهٔ شعراء کو دیکهه جاؤ - حضرات انبیاء کرام علیهم الصلواة و السلام کے تمام مواعظ و خطب کیا کہتے هیں ؟ ان اجري الا علی رب العالمین : رب العالمین کے لفظ پر غور کرو - الله ' الله ' جو مزدور اپني مزدوري تمام جہانوں کے مالک ' تمام عالموں کے شہنشاہ ' تمام کائنات خلق کے فاطر و پروردگار سے لینے والا هو ' اسکي نظروں میں زمین پر چلنے پهرنے والے انسان جو اپنے ایک ایک دانے اور ذرهٔ رزق کیلیے اسي سرکار کے محتاج هیں ' کیا هستي رکهتے هیں که انکے آگے دست طلب دراز کرے اور انہیں اپنا خریدار بنانے ؟

مباش غمزده عرفي که زلف قامت یار

جزاے همت عالي ز دست کوته ماست !

سب سے پہلے اور سب سے بڑي " غرض " (اگر غرض کي تلاش ضروري ہے) تو داعي کے سامنے یہي هوتي هے ' اور اسي کو قران حکیم نے وجه الله ' سبیل الله ' مرضات الله ' اور لقاء وجه رب سے تعبیر کیا هے - تم چاهو تو اسکو اپني فلسفیانه زبان میں یوں سمجهه سکتے هو ' که بلا شبه انسان کا کوئي کام غرض سے خالي نہیں هوتا ' لیکن مذهب کي یقین بخشي مرضات الهي کي طلب اسي جوش و عشق کے ساتهه پیدا کر دیتي هے ' جس جوش و هیجان سے ایک تاجر خریدار کي جیب کو دیکهتا هے ' پس دنیا میں بعض ایسے مجنون ' لا یعقل ' اور سحر زدهٔ مذهب انسان بهي هوتے هیں جو اس غرض کے آگے اور تمام غرضوں کو هیچ دیکهتے هیں ' اور اپنے اندر اور اپنے سے باهر جو کچهه بهي رکهتے هیں ' سب کو اسي غرض کیلیے لٹا دیتے هیں - تم انکو مجنون سمجهکر اپنے جي کو سمجها لو - لیکن وہ ایسے مجنوں هیں که انکا جنون تمهاري هشیاري پر هنستا هے - تم ساري دنیا کي دولت کما کر بهي وہ لذت ' وہ عیش ' وہ نشاط ' وہ سرور و انبساط ایک لمحه کیلیے حاصل نہیں کرسکتے ' جو وہ اپنا سب کچهه کهو کر ' اپنے هاتهوں میں هتکڑیاں پهن کر ' اپنے پانوں میں زنجیروں کے حلقے ڈالکر ' اپنے جسم کو زخموں سے چور کرکے ' بلکه اکثر اوقات دار و رسن کے نیچے کهڑے هوکر حاصل کیا کرتے هیں - تم میں ایک انسان نہیں جو هفت اقلیم کي پادشاهت کا تاج پهن کر بهي اس لذت کو پاسکے ' جو راہ دعوة کا ایک درویش و فاقه مست اپنے تلوؤں میں کانٹے چبهاکر حاصل کرتا هے ' اور اپني شہنشاهي کے آگے تمهارے چاندي اور سونے کے بڑے بڑے بتکدوں کو کنکر پتهر کے ایک ڈهیر سے زیادہ نہیں سمجهتا ' تم اس سے انکار مت کرو ' البته کہو که تم ان باتوں کے سمجهانے سے قاصر هو :

حریف کاوش مژگان خون ریزش نهٔ ناصح

بدست آور رگ جانے و نشتر را تماشا کن

یہاں راہ دعوة کا تذکرہ هے - کسي شخص خاص کے واردات سے بحث نہیں ' اور نه اشخاص کي محرومي سے عمل کي تقدیس کو بٹه لگ سکتا هے - مانا که هم خود محروم هیں ' لیکن صدها اور هزارها انسان اس مقام سے لذت یاب هوچکے هیں ' اور غالباً ابهي زمین کبهي انسے خالي نه رهیگي - عرفي شیرازي نے کیا خوب اسکا فیصله کردیا هے :

منکر نتواں گشت اگر دم زنم از عشق

ایں نشه بمن گر نه بود با دگرے هست

البته یه یاد رهے که حقیقت ' انساني اعتراف کي منتظر نہیں ' اور دهواں جبهي اٹهتا هے جب آگ سلگتي هے - اگر آنکهوں میں بینائي هے تو دیکهه سکتے هو :

فریاد حافظ ایں همه آخر بهرزه نیست

هم قصهٔ غریب و بیان عجیب هست

(موثرات و داعیات دعوة)

اس مبحث میں سب سے زیادہ اهم نقطهٔ نظر یه هے که داعي کے کاروبار اور مقاصد عمل کي نوعیت هي ایسي واقع هوئي هے که اگر وہ قرباني و بذل مال و متاع سے گریز کرنا بهي چاهے ' تو اسوقت تک نہیں کرسکتا جب تک که دعوة کي راہ سے یکقلم باهر نه آ جاے -

داعي خواہ کسي درجه ' کسي قسم کا هو ' لیکن اگر وہ داعي هے ' کوئي دعوة ' کوئي پکار ' کوئي تبلیغ اپنے سامنے رکهتا هے ' تو قدرتي طور پر اسکي زندگي اور زندگي کي تمام جد و جهد کا مقصد صرف یہي هوگا که کسي نه کسي طرح اپني دعوة کي کامیابي کو دیکهے ' اور کسي نه کسي طرح انسانوں کے دلوں کو اسکي طرف مائل کردے - اگر وہ مخلص نہیں هے ' اگر سچا جوش و خروش اپنے اندر نہیں رکهتا ' اگر شہرت کا بهوکا هے ' ناموري پر جان دیتا هے ' دعوة و تبلیغ کے ذریعه اپني زندگي کو محترم اور اپنے اوقات کو پر شرف بنانا چاهتا هے ' یا ان اغراض کے علاوہ اور کوئي غرض و مقصد نفساني و ذاتي اپنے سامنے رکهتا هے ' تو بهي به حیثیت داعي هونے کے ' به حیثیت ایک خیال ' ایک عقیدے ' کیطرف انسانوں کو بلانے اور مائل کرنے کے خواهشمند هونے کے ' کام کي نوعیت هي اسے مجبور کریگي که لینے کا وهم بهي دلمیں نه لاے ' اور دینے اور لٹانے کیلیے هر وقت طیار رهے - اسکو دلوں کا رخ بدلنا هے ' اسکے آگے عقائد و افکار کا انقلاب هے ' وہ لوگوں سے انکي مالوفات و محبوبات کو چهڑانا چاهتا هے ' وہ ان سے اعتقاد ' عمل ' اور اعتراف و تصدیق کا طالب هے ' پس اگر اسکو هزارها روپیے دیکر ایک انسان بهي ملیگا ' لاکهوں اور کروڑوں اشرفیوں کے لٹانے سے ایک قلب مصدق بهي هاتهه آئیگا ' سب کچهه دیکر اور کهو کر اسکے معارضے میں ایک چہرے کو بهي اپني طرف مائل پائیگا ' تو وہ کہیگا که یه نقصان مال نہیں ' یه اتلاف متاع نہیں ' یه ضیاع وقت و نفس نہیں ' یه تو کامیابیوں کي شہنشاهي هے ' کامرانیوں کا تاج و تخت هے ' فوز و مراد کي فتح هے ' حصول و وصول کي بہشت هے - یه لٹنا نہیں ' لوٹنا هے - یه دینا نہیں ' لینا هے - یه کهونا نہیں ' پانا هے - یه خسران نہیں ' ربح هے - یه حبط اعمال نہیں ' فوز عظیم هے - یه موت نہیں ' حیات جاوداني هے - کیونکه یہي چیز اسکا مقصد تهي ' یہي مقام اسکا منزل مطلوب تها - اگر وہ نام و نمود کا طالب تها تو اسي میں هے ' اگر وہ شہرت کا بهوکا تها تو اسي راہ میں هے ' اگر وہ عزت و شرف کا طالب تها تو اسي میں ملیگي - وہ راہ دعوت میں آکر کهونے اور لٹنے سے بچیگا کیوں ؟ وہ تو کهونے هي میں اپني هر غرض کو مخفي دیکهے گا -

لیکن برخلاف اسکے کاروبار تجارت کي نوعیت هي ایسي هے که وہ کهونے اور لٹانے کا تصور بهي نہیں کر سکتا - اگر خواب میں بهي اپني ایک کوڑي کو گرتے دیکهے گا ' تو اس زور سے چیخ ماریگا که پهانسي کا پهندا دیکهکر بهي ایسي بدحواسي کي چیخ نہیں نکال سکتي -

اسئلة واجوبتها

فاتحة البلاغ

بعض اسئلة مهمة

حديث اختلاف امتي رحمة

[از جناب مولانا علي احمد صاحب مدراسي]

جناب کو معلوم ہے کہ یہ خاکسار آغاز اشاعت الہلال سے اسکا بالالتزام مطالعہ کرتا رہا ہے، اور اس بارے میں جو خیالات رکھتا ہوں، اسے زباني عرض کر چکا ہوں جبکہ حسن اتفاق سے دہلي میں شرف نیاز حاصل ہوا تھا - اب ایک عرصہ کے انتظار و اضطراب کے بعد البلاغ نکلا تو اسکے محاسن و فضائل الہلال سے بھي دو چند بلکہ دہ چند نظر آے :

نقاش نقش ثاني بہتر کشد ز اول !

علی الخصوص عربي فاتحة البلاغ جو مسلسل دو اشاعتوں میں شائع ہوا - اسکي فصاحت و بلاغت لفظي اور معارف معنوي کا حال صرف ارباب ذوق و کمال ہي جان سکتے ہیں - ہندوستان کي سرزمین سے تو ادب عربي کي ایسي صدائیں مدتوں سے نہیں اٹھیں، اور نہ اُن معارف و مطالب کا کہیں سراغ لگ سکتا ہے جو اسکے ہر حصے میں موجود ہیں - سچ یہ ہے کہ جناب کا معاملہ اب اس سے گذر چکا ہے کہ معمولي و رسمي الفاظ تعریف و توصیف کے اسکے لیے استعمال کیے جائیں :

ترا چنانکہ توئي ہر کسے کجا داند
بقدر طاقت خود مي کنند استدراک !

....

البتہ فاتحة البلاغ کے بعض مقامات ایسے ہیں جنکے متعلق جناب سے مزید ارشادات کا طالب ہوں - حاشا کہ اس سے مقصود اعتراض و ایراد مخالفانہ ہو - مقصود محض توضیح مزید ہے، اور جو احترام و ارادت جناب کي سالہا سال سے خاکسار رکھتا ہے، امید ہے کہ وہ ہر طرح سوء ظن کے دروازوں کو مسدود کردیگي -

سب سے پہلي بات یہ ہے کہ نمبر اول کے آخري صفحہ میں جہاں جناب نے حدیث " لتسون صفوفکم او لیخالفن اللہ وجوہکم " پر بحث کي ہے، وہاں تعجب و انکار کے لہجے میں یہ بھي فرمایا ہے کہ : و نعد ہذا رحمة بنا و نعتقد بان الاختلاف بین الامة رحمة ؟ یعني آنحضرة صلی اللہ علیہ و سلم تو نماز کي صف میں ہمارے قدموں کا اختلاف بھي پسند نہیں کرتے، اور ہمارا یہ حال ہے کہ ہم سرے سے نماز کي جماعتوں ہي میں اختلاف کرتے ہیں، اور ہر گروہ اپني الگ جماعة کھڑي کرتا ہے، اور پھر اس اختلاف کو اپنے لیے رحمت شمار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اختلاف امة کا رحمت ہے ؟

لیکن نہیں معلوم جناب نے اختلاف امة کو رحمت قرار دینا کیوں قابل اعتراض قرار دیا، جبکہ سمجھنے والوں کي یہ اپني سمجھ ہي نہیں ہے بلکہ مشہور حدیث خود سرور کائنات کي موجود ہے کہ " اختلاف امتي رحمة " میري امة کا باہمي اختلاف رحمت ہے - پس گو اختلاف کا اس حدیث میں اور مطلب ہو، مگر لفظ تو اختلاف کا آیا ہے - اور جناب کا انکار و تعجب اس حدیث تک پہنچ جاتا ہے - از راہ لطف اسکي نسبت تشریح فرمائیے، کیونکہ بڑے بڑے مستند علماء نے اس حدیث کو اپني کتابوں میں درج کیا ہے، اور حضرة امام شعراني نے میزان میں اس حدیث کا مصداق اختلاف ائمۂ اربعہ کو قرار دیا ہے - کما لا یخفی علیکم -

البلاغ :

حدیث " اختلاف امتي رحمة "

بلا شبہ آپکا یہ خیال درست ہے کہ فاتحہ کي عبارت منقولہ کا انکار و تعجب اس حدیث کے سوال تک منتہی ہوتا ہے - لیکن نفس حدیث تک نہیں، بلکہ حدیث کے اُس مطلب تک جو عام طور پر لوگوں نے سمجھا ہے، اور عموماً مدح اختلاف و تحزب و تمذہب کے مباحث میں اس سے استدلال کیا جاتا ہے -

فقیر کا اُس جملہ سے مقصود صرف یہ تھا کہ جس وجود اقدس (روحی فداہ) کو امة کا تقدیم و تاخیر قدم میں اختلاف گوارا نہ تھا، اسکي امة عقائد و عبادات میں مجسمۂ اختلاف و شقاق بنگئي ہے، اور پھر کہتي ہے کہ یہ رحمت ہے - اگر یہ " رحمت " الہي ہے تو بقول جاحظ کے " عذاب الہي یقیناً اتفاق و اتحاد ہوگا " فنعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سئیات اعمالنا !

رہا اس حدیث کي صحت و عدم صحت کا سوال، تو اگر معاف رکھا جائے اور عامة الناس کے پیش کردہ الفاظ ہي پر اڑ جاؤں، تو بلا تامل کہدیسکتا ہوں کہ اسکي کوئی اصلیت نہیں :

قصہ کوتہ گشت ورنہ درد سر بسیار بود !

مگر اس عاجز کا مقصود ہمیشہ تحقیق و کشف حق رہتا ہے، نہ کہ مکابرہ و مجادلہ - پس واضح ہو کہ جن الفاظ کے ساتھ آپنے اس حدیث کو لکھا ہے، اگر اس سے قطع نظر کر لیا جائے، اور صرف نفس اختلاف کو پیش نظر رکھا جائے، تو بلا شبہ اختلاف اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے متعلق (نہ کہ اختلاف امة کے متعلق) باختلاف الفاظ ایک روایت بعض محدثین نے درج کي ہے، اور چاہیے کہ اسکے تمام طرق و مسانید پر نظر ڈالي جائے -

حافظ سخاوي نے مقاصد میں اُسکي تمام روایتیں جمع کردي ہیں، اور دیگر طرق کا حال بعض متاخرین کي کتابوں سے معلوم ہوجاتا ہے - میں اُن تمام طرق کو یکجا جمع کرتا ہوں :

(۱) بیہقي نے مدخل میں روایت کیا ہے :

" سلیمان بن ابي کریمہ عن جویبر عن الضحاک عن ابن عباس : قال قال رسول اللہ صلعم : مہما اوتیتم من کتاب اللہ فالعمل بہ لا عذر لاحد في ترکہ، فان لم یکن في کتاب اللہ فسنة مني، فان لم تکن سنة مني فما قال اصحابي - ان اصحابي بمنزلة النجوم في السماء، فایما اخذتم بہ اہتدیتم، و اختلاف اصحابي لکم رحمة - یعني انحضرة صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا : کتاب اللہ پر عمل کرو، اسکے ترک کیلیے کسي کا عذر مسموع نہیں، اگر کتاب اللہ میں کسي معاملہ کو نہ پاؤ تو میري سنت پر عمل کرو، اگر میري سنت نہ پاؤ تو میرے اصحاب کے اقوال کو ڈھونڈھو - میرے اصحاب ایسے ہیں جیسے آسمان میں ستارے - انمیں جو ایک کو پکڑ لوگے، اسمیں ہدایت ہوگي - اور اختلاف میرے اصحاب کا تمہارے لیے رحمت ہے - انتہی ملخصاً -

(۲) طبراني اور دیلمي نے اپني معجم و مسند میں بھي اسی طریق سے روایت کیا ہے اور انہي الفاظ سے -

(۳) نصر مقدسي نے کتاب الحجة میں مرفوعاً اسي روایت کو نقل کیا ہے، اور زرکشي نے اسکا ذکر کیا ہے - مگر اسناد نہیں لکھي ہے -

(۴) اسي طرح عراقي نے آدم بن ایاس کا حوالہ دیا ہے، لیکن لکھا ہے کہ مرسل اور ضعیف ہے - انکي روایت کے الفاظ یہ ہیں : اختلاف اصحابي رحمة لامتي -

(۵) بیہقي نے رسالہ اشعریہ میں بھي درج کیا ہے، مگر بغیر اسناد

(٦) بیہقی نے مدخل میں قاسم بن محمد کا قول بروایت سفیان عن افلح بن حمید نقل کیا ہے کہ : اختلاف اصحاب محمد صلی اللہ علیہ و سلم رحمۃ لعباد اللہ - اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اختلاف خدا کے بندوں کیلیے رحمت ہے -

(۷) قتادہ کہتے ہیں کہ عمر ابن عبد العزیز کہا کرتے تھے : ما سرني لو ان اصحاب محمد صلی اللہ علیہ و سلم لم یختلفوا ' لانہم لو لم یختلفوا ' لم تکن رخصۃ - یعنی اگر انحضرۃ کے اصحاب میں اختلاف نہوتا تو امۃ کیلیے آسانی اور رخصت کی وسعت نہوتی -

یہاں تک تو ہم نے حافظ سخاوی کی المقاصد سے نقل کیا ہے (صفحہ ۱۲ - مطبوعہ لکھنؤ) لیکن طبقات ابن سعد میں بھی قاسم بن محمد کا وہ قول موجود ہے جو بیہقی نے مدخل میں نقل کیا ہے کہ اختلاف اصحاب رسول اللہ رحمۃ للناس -

ابن حجر مکی نے بھی الدر المنتثرہ میں اسکے مختلف طرق کو جمع کرنا چاہا ہے ' مگر ان میں جو قابل ذکر تھے وہ سب اوپر آگئے -

لیکن آپ دیکھ رہے ہیں کہ ان تمام مخارج مندرجۂ صدر میں ایک صدا بھی ایسی نہیں ہے جس سے اس روایت کو کچھ بھی تقویت مل سکے ' اور جس سے حسب اصول فن و قوم ثابت ہوسکے کہ یہ حدیث قابل احتجاج و استناد ہے -

اس حدیث کے تمام مخارج پر نظر ڈالیے - دفعہ ۲ سے لیکر ۷ تک جسقدر مخارج ہیں ' اُن میں ایک حوالہ بھی ایسا نہیں ہے جس سے کوئی توثیق و سند حاصل کی جاسکے - طبرانی اور دیلمی کا حوالہ کوئی نئی سند نہیں ہے - وہی روایت ہے جو بیہقی نے مدخل میں درج کی ہے - نصر مقدسی کے متعلق زرکشی ' حافظ سخاوی ' اور ابن حجر مکی ' سب کہتے ہیں کہ مرفوعاً روایت کی ہے ' مگر ساتھ ہی تصریح کرتے ہیں کہ اسناد معلوم نہیں ' اور جب اسناد معلوم نہیں تو محدثین نے فیصلہ کردیا ہے کہ ایک منٹ کیلیے بھی قابل قبول نہیں -

حافظ عراقی نے بہ تغیر الفاظ اسی روایت کو لکھا ہے ' مگر اسناد اسکی بھی معلوم نہیں - حافظ سخاوی کہتے ہیں کہ انکے نزدیک مرسل و ضعیف ہے لیکن اگر اسناد بتلائی ہوتی تو معلوم کیا جاسکتا کہ ارسال میں بھی اسکا کیا حال ہے ' اور ضعف کے کیا کیا اسباب ہیں ؟

بیہقی نے ایک اور رسالہ میں بھی اسی روایت کو درج کیا ہے ' مگر حافظ سخاوی کی زبانی آپ سن چکے ہیں کہ بغیر اسناد ! پس وہ بھی کوئی نئی اور مفید سند نہیں -

حدیث کے مخارج تو بس اسی قدر ہیں - اب اسکے بعد صحابہ و تابعین کے اقوال آتے ہیں - بیہقی نے مدخل میں قاسم بن محمد کا قول نقل کیا ہے کہ آنحضرۃ صلی اللہ علیہ و سلم کے اصحاب کا اختلاف بندگان خدا کیلیے رحمت ہے - لیکن یہ قاسم بن محمد کا قول ہے - وہ اسے اوپر رفع نہیں دیتے -

اسی طرح قتادہ کہتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز کہا کرتے تھے کہ اگر صحابہ اسے اجتہاد و استخراج مسائل یا تنوع طارق و عمل میں مختلف نہوتے ' تو امۃ کیلیے رخصت اور وسعت و سہولت نہوتی - اول تو یہ چیز ہی دوسری ہے ' اختلاف امتی کو اختلاف اصحابی کے عموم سے اسے کیا تعلق ؟ پھر جو کچھ بھی ہے ' عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کا قول ہے -

آخر میں طبقات ابن سعد کا ذکر آیا ہے ' لیکن وہ بھی کوئی نئی سند نہیں - قاسم بن محمد کا وہی قول ہے جو بیہقی نے مدخل میں نقل کیا ہے -

اب صرف وہ ایک ہی روایت رہگئی جو دیلمی نے مسند الفردوس میں ' طبرانی نے معجم میں ' اور بیہقی نے مدخل میں درج کی ہے - اسکے سوا اور کوئی اسناد ہمارے سامنے نہیں ہے - لیکن اسکا یہ حال ہے کہ روایت حضرت ابن عباس کی ہے ' جنسے ضحاک نے ' اور ضحاک سے "جویبر" نے روایت کی - ارباب فن و نظر کو معلوم ہے کہ حضرۃ ابن عباس کی روایت بذریعۂ ضحاک کا کیا حال ہے ؟ اور ائمۂ نقد کا کیا فیصلہ ہے ؟ یہ ضحاک ابن مزاحم البلخی مشہور مفسر ہیں ' لیکن انکی احادیث کے متعلق ائمۂ حدیث نے اختلاف کیا ہے کہ درخور قبول ہیں یا نہیں ؟ اگر اس اختلاف سے قطع نظر کرلیا جاے ' جب بھی یہ امر بالکل واضح طور پر تسلیم کرلیا گیا ہے کہ انکی ملاقات حضرۃ ابن عباسؓ سے ثابت نہیں اور نہ انہوں نے خود ابن عباس سے کچھ اخذ کیا ہے - اس بنا پر انکی تمام مرویات منقطع ہیں ' اور یہ روایت بھی اسی میں داخل -

پھر ضحاک کے بعد اسکا راوی "جویبر" ہے - یہ "جویبر" وہی جویبر ابن سعید الازدی الخراسانی ہیں ' جن سے محمد بن عبد اللہ فلسطینی اور سلام بن یزید وغیرہ نے فضائل قران و نکاح وغیرہ میں بڑا ذخیرہ روایت کیا ہے ' اور انکی مجروحیت کتب قوم میں مشہور ہے - ابن معین کہتے ہیں کہ "لیس بشی" یعنی وہ کچھ نہیں - نسائی اور دار قطنی جیسے آئمۂ فن کا فیصلہ ہے کہ "متروک الحدیث" جوزجانی نے کہا کہ "لا یشتغل به" مدارسی نے کشف الاحوال میں ابن جوزی اور سیوطی کا نقد نقل کیا ہے کہ "متروک بمرہ ' و قال في کذاب المبتدء هالک" (صفحہ ۲۹ - مطبوعہ لکھنؤ)

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ دیلمی وغیرہ کی روایت کو اگرچہ "اختلاف امتی" سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ صرف صحابہ کے اختلاف کے متعلق ہے ' تاہم اسکی صحت کیلیے بھی کوئی سامان ہمارے پاس نہیں ہے ' اور بہتر سے بہتر مخرج جو اسکا ہوسکتا تھا ' اسکی اسناد بھی لائق احتجاج و اعتماد نہیں -

چنانچہ اسی بنا پر حافظ سخاوی نے لکھا ہے کہ :

و قد زعم کثیر من الائمۃ انه لا اصل له - (المقاصد صفحہ ۱۲)	اور ائمۂ فن میں سے ایک جماعت کثیرہ نے خیال کیا ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں !

اسکے بعد خطابی کی نسبت لکھا ہے کہ انہوں نے غریب الحدیث میں اسے لیا ہے ' اور جاحظ اور موصلی کے اس قول کا رد کیا ہے کہ "لو کان الاختلاف رحمة لکان الاتفاق عذابا !" لیکن سوال اس رد و تغلیط کی نسبت نہیں ہے - کسی وجہ سے خطابی کی راے یہی ہوگی - لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اصول مقررا فن کے مطابق بھی انہوں نے کوئی سند لکھی ؟ یا توثیق و تصدیق کا خارج سے کوئی مزید اثر ڈالا ؟ اسکا حال یہ ہے کہ خود حافظ سخاوی ہی لکھتے ہیں : "ثم تشاغل الخطابي برد هذا الکلام و لم یقع في کلامه شفاء في عزو الحدیث ' و لکنه اشعر بان له اصلا عنده" لیکن "اصلاً عنده" کا حسن ظن ہمارے لیے کیا مفید ؟

که خضر از آب حیواں تشنه مي آرد سکندر را !

آپ پر واضح ہو کہ فن کا معاملہ نہایت نازک ہے ' اور اعتماد شخصی اور حسن ظن معتقدانہ یہاں کوئی چیز نہیں - متاخرین عموماً اس اعتماد کی بنا پر اکثر روایتیں قبول کر لیتے ہیں ' اور کہتے ہیں کہ جب علماء نے لکھا ہے ' تو گو انہوں نے سند نہیں لکھی مگر ضرور کوئی نہ کوئی سند انکے پاس ہوگی - یہ بات محض حسن ظن کیلیے تو اچھی چیز ہے ' لیکن اگر فن میں اس سے کام لیا جائیگا تو پھر کوئی فن فن باقی نہ رہیگا -

فن حدیث کے اصول ہیں ' قواعد ہیں ' جرح و نقد ہے ' ائمۂ فن کی تصریحات ہیں ' روایت ہے ' درایت ہے ! اور محدثین کرام رحمہم اللہ نے بالاتفاق ہمیں بتلا دیا ہے کہ جس حدیث کی سند نہ بتلائی جاے ' بلا تامل اسے رد کردو - پھر ہم ان بزرگوں کے اصولوں پر عامل ہوں ' یا انکی جمع و گرد آوری پر ؟ کیا آپکو معلوم نہیں کہ محدثین کرام کی اصطلاحات فن کا یہ حال ہے کہ وہ بغیر سند اور حوالہ

مخرج کے نقل حدیث تک کو جائز نہیں رکھتے ؟ حافظ ابن الصلاح کے مقدمہ کو دیکھیے کہ نوع اول کے آخر میں کیا لکھتے ہیں ؟ علامۂ نووی کی شرح مسلم کی تصریحات پر نظر ڈالیے کہ انہوں نے نقل و روایت کیلیے کیا شرائط بیان کیے ہیں ؟ انہی چیزوں کے لیے طبقۂ محدثین متوسطین نے اصطلاح "الوجادہ" (بالکسر) وضع کی ' اور اسکی آٹھ قسمیں قرار دیں جنکی رعایت کے بغیر نقل حدیث جائز نہیں : السماع ' و القراۃ ' و الاجازہ ' و المناولہ ' و المکاتبہ ' و اعلام الشیخ ' و الوصیۃ بالکتابہ -

اسکے مقابلے میں آجکل کی حالت دیکھیے کہ اگر تصوف و مواعظ کی کسی کتاب میں کوئی روایت نظر سے گذر گئی ' تو بغیر علم اسناد و مخارج کے ہر صاحب عمامہ حق رکھتا ہے کہ بلا تامل استدلال و احتجاج کرلے اور پورے اطمینان سے کہدے کہ : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم - اور اگر متاخرین فقہاء و عامۂ مصنفین کے یہاں اسکا سراغ چل گیا ' تو پھر تو اسکی توثیق میں کوئی شبہہ ہی نہ رہا ' اور جو شبہہ کرے اسپر قطعاً انکار حدیث کا فتوی ہے !

بـل ہي فتنـــة و لکـن اکثر النـــاس لا یعلمـــون !

(معنی اختلاف صحابہ)

آئیے ' اس سے قطع نظر ہی کرلیں کہ اصل روایت کا کیا حال ہے ؟ اسکو دیکھیں کہ جن علماء نے اس روایت پر اعتماد کیا ہے ' وہ اختلاف سے کونسا اختلاف مراد لیتے ہیں ؟ مختلف مذہبوں ' جماعتوں ' عقیدوں ' اور صور و اشکال عبادات و اعمال کا اختلاف ' یا کوئی اور اختلاف ؟

یہ تو آپکو معلوم ہوچکا کہ الفاظ مشہورہ "اختلاف امتی رحمۃ" کی کوئی اصلیت نہیں ملتی ' البتہ اختلاف صحابہ کے رحمت ہونے کے متعلق ایک اسناد بیان کی گئی ہے ' پس دیکھنا یہ ہے کہ بصورت صحت روایت ' صحابہ کے اختلاف سے بھی کونسا اختلاف مراد ہے ؟ کیا وہ اختلاف جس نے کئی دن تک حضرۃ عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کے مکان کا محاصرہ کیا ' غذا اور پانی کو بند کیا ' اور بالاخر انکی مظلومانہ شہادت کا باعث ہوا ؟

کیا وہ اختلاف جسکی مختلف دو جماعتیں مدینہ اور مکہ سے نکلیں ' اور جسکا نام تاریخ نے " جنگ جمل " رکھا ہے ؟

اگر یہ نہیں تو کیا وہ اختلاف ' جسکی تلواریں صفین میں بے نیام ہوئیں ' اور جسکی بدولت صدہا صحابۂ کرام مقتول و شہید ہوے ؟

آپ یقیناً کہینگے کہ " اختلاف صحابہ " سے مراد یہ اختلاف تو کسی طرح نہیں ہوسکتا ' بلکہ کوئی اور اختلاف جو موجب قتال و جدال ہونے کی جگہ موجب رحمت و فیضان ہوسکتا ہے -

چنانچہ جن علماء نے اس روایت پر اعتماد کیا ہے ' اُن میں سے بھی بعض نے صاف صاف تصریح کردی ہے کہ اختلاف سے مراد مذہب و جماعت اور فرقہ بندی کا اختلاف نہیں ہے - بلکہ فہم و تدبر مسائل ' اجتہاد و طرز اجتہاد ' استنباط و طرز استنباط ' مسالک مختلفۂ علم و عمل ' اور طریق سلوک و مجاہدات دینیہ کا اختلاف مراد ہے ' یا اور کوئی اسی طرح کا اختلاف جو امۃ کیلیے ایک نظیر اور اسوہ ہونے کے لحاظ سے ' نیز نتائج و اتباع کے لحاظ سے رحمت تھا -

اصل یہ ہے کہ روایت میں جسطرح " اختلاف " کا لفظ آیا ہے اور جس ترتیب سے آیا ہے ' وہ خود بتلا رہا ہے کہ اختلاف سے مقصود کیا ہے ؟

روایت کا موضوع یہ ہے کہ امۃ کیلیے عمل و اتباع کے اصول و مخارج کیا کیا ہیں ؟ فرمایا کہ سب سے پہلے کتاب اللہ ہے - قران حکیم میں جو کچھہ تمھیں دیدیا گیا اور جو کچھہ بتلا دیا گیا ' کسی حال میں اس سے اغماض و غفلت نہیں کرنی چاہیے - لیکن اگر ایسے معاملات پیش آ جائیں کہ انکی تفصیل و جزئیات سے قران حکیم خاموش ہو ' تو سنت کی طرف متوجہ ہو ' اور دیکھو کہ حامل سنن کا اسوۂ حسنہ کیا کہتا ہے ؟ اگر یہ بھی خاموش ہو تو پھر عہد نبوت کی صحبت یافتہ اور طیار کردہ جماعت کے اجتہاد اور قضایا ہیں ' انکو دیکھو کہ کیا روشنی بخشتے ہیں ؟

لیکن چونکہ فہم و استنباط مسائل و تعلیمات میں ہر دماغ ایک خاص حال رکھتا ہے ' اسلیے ضرور ہے کہ صحابہ کے اجتہادات میں بھی اختلاف ہو ' اور ایک ہی مسئلہ کے متعلق مختلف صحابہ مختلف رائیں رکھتے ہوں - پس فرمایا کہ انکے اس اختلاف اجتہاد اور تعدد طرق فہم و استنباط سے مایوس نہیں ہونا چاہیے ' بلکہ اسکے اندر حقیقت مرجحہ کو تلاش کرنا چاہیے - یہ اختلاف اجتہاد طبیعی ہے ' اور یہ کوئی مصیبت نہیں بلکہ رحمت ہے - اگر فہم و اجتہاد میں اختلاف نہوتا تو دنیا کی عقلی و دماغی ترقی رک جاتی -

چنانچہ یہ بالکل بیان واقعہ ہے - ہر شخص جانتا ہے کہ فہم و استنباط مسائل و طرق استدلال و اجتہاد میں صحابۂ کرام مختلف تھے ' مگر چونکہ جماعت بندی اور تمذہب و تحزب نہ تھا ' " الی اللہ و الی الرسول " کے آگے سب کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں ' اور ہر شخص اپنی راے و قیاس کو کتاب و سنت پر عرض کرتا تھا ' اسلیے انکا اختلاف یقیناً رحمت تھا ' جس سے شریعت کے حقائق ابھرے ' اور اسکا ہر گوشہ نمایاں ہوا - انکا اختلاف وہ اختلاف نہ تھا جو در اصل ایک عذاب الہی ہے ' اور جسکی نسبت امۃ مرحومہ کو وصیت کی گئی تھی کہ :

" لا تکونوا کا لذین تفرقوا و اختلفوا من بعد ما جاءھم البینات اولائک لھم عذاب عظیم !

حضرۃ ابن عباس تمتع بالعمرہ الی الحج کے وجوب کے قائل تھے ' بعض دیگر صحابہ کو اس سے اختلاف تھا - جب عروہ نے انسے کہا کہ افراد حج افضل ہے ' تو انہوں نے کہا : تمتع رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم - عروہ نے کہا : والکن ابوبکر و عمر لم یفعلا - لیکن حضرۃ ابوبکر و عمر نے نہیں کیا - اسپر حضرۃ ابن عباس نے غضب ناک ہوکر اور " فردوہ الی اللہ و الرسول " کی روح القدس سے معمور ہوکر فرمایا : یوشک ان ینـــزل علیکم حجـــارۃ من السمـــاء - اقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ' و تقولون قالا ابوبکر و عمر ؟ ممکن ہے کہ تم پر آسمان سے سنگ باری ہو - میں کہتا ہوں کہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے ' اور اسپر تم حجۃ لاتے ہو کہ کہا ابوبکر و عمر نے ؟

چو غـلام آفـتابم ہـمہ ز آفـتاب گویم
نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

اسی واقعہ سے اندازہ کر لیجیے کہ " فردوہ الی اللہ و الرسول " کا کیا جاہ و جلال صحابۂ کرام کی نظروں میں تھا ؟ اور جب حالت یہ تھی تو ظاہر ہے کہ انکا اختلاف فہم و اجتہاد کیوں نہ موجب رحمت ہوتا ؟

صحابہ کے اندر سماع موتی میں اختلاف تھا ' لیلۃ الاسراء کے متعلق اختلاف تھا ' تیمم جنابت کے متعلق اختلاف تھا ' وجوب غسل از اکسال کے متعلق حضرۃ عایشہ کا فتوی اور تھا ' حضرۃ علی ' عثمان ' طلحہ ' ابو ایوب ' اور ابن کعب (رضی اللہ عنہم) کا فتوی دوسرا تھا ' لیکن اُن میں سے کوئی اختـلاف بھی فتنۂ تحزب و تشیع (۱) تک منجر نہوا - یہی معنی " اختلاف اصحابی رحمۃ " کے ہیں ' اور فی الحقیقت یہ اختلاف رحمت الہی تھا -

چنانچہ حضرۃ عمر ابن عبد العزیز کا جو قول قتادہ نے نقل کیا ہے ' وہ صاف صاف واضح کر رہا ہے کہ مقصود اختلاف سے اسی قسم کا اختلاف ہے ' نہ کہ اختلاف تمذہب و تحزب - کیونکہ انہوں نے کہا کہ اگر اختلاف نہوتا تو امۃ کیلیے توسیع اور رخصت کی سہولت نہ ہوتی -

ابن حجر مکی نے یہ بھی لکھا ہے کہ : و قیل المراد اختلافھم فی الحرف و الصنائع - یعنی یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں اختلاف

(۱) تشیع یعنے فرقہ بندی اور گروہ گروہ ہو جانا - یہاں تشیع سے مقصود مصطلحہ فرقۂ شیعہ نہیں ہے -

سے مقصود مختلف حرفتوں اور صنائع کا اختلاف ہے - اس سے بھي ظاہر ہوتا ہے کہ اختلاف تشیع و تمذہب کا مقصود نہیں -

(اختلاف صحابہ اور قرآن)

حضرۃ عمر ابن عبد العزیز نے عزائم و رخص کي طرف اشارہ کیا ہے اور یہ بتلایا ہے کہ مقصود اختلاف افکار نہیں بلکہ اختلاف اعمال ہے - یعني اگر تمام صحابۂ کرام ایک ہي طرح کي عملي زندگي بسر کرتے تو ایک طرف تو تقسیم عمل کے قدرتي اصول کي بنا پر صدہا اعمال ضروریہ کا دروازہ بند ہوجاتا ' دوسري طرف جو نمونہ امۃ کیلیے قائم ہوتا ' وہ نا قابل عمل و اتباع ہوتا -

حضرات صحابۂ کرام کو ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے عمل صالح اور طلب مصالح کے وہ تمام مختلف طریقے اختیار کیے جنکا ہر امۃ عادلہ و صالحہ کے اندر ہونا ضروري ہے - سب ایک ہي راہ جہد و طلب کے عامل نہ تھے - ایک جماعت تھي جس نے تفقہ فی الدین کي طرف زیادہ توجہ کي ' اور علوم نبویہ کي حامل و محافظ ہوئي - ایک جماعت تھي جس نے زیادہ وقت جہاد و قتال في سبیل اللہ میں صرف کیا اور دشمنان حق سے شریعۃ کو محفوظ کیا - ایک گروہ تھا جس نے طلب معاش صالح اور تجارت و کسب حلال پر زیادہ وقت صرف کیا اور اسطرح انکي تاجرانہ زندگي بھي اشاعۃ حق و تبلیغ احکام و تائید و نصرۃ دین کا ذریعہ بني - غور کیجیے کہ جو کچھہ کہہ رہا ہوں ' کس طرح ٹھیک ٹھیک قران حکیم سے ماخوذ ہے - خود اللہ تعالی نے سورۂ مزمل کے آخر میں صحابۂ کرام کے مجموعي اعمال مقدسہ و طیبہ کي تصویر کھینچي ہے :

ان ربك یعلم انك تقوم ادنی من ثلثی اللیل و نصفہ و ثلثہ ' و طائفۃ من الذین معک و اللہ یقدر اللیل و النہار ' علم ان لن تحصوہ فتاب علیکم فاقرؤا ما تیسر من القران ' علم ان سیکون منکم مرضی ' و اخرون یضربون فی الارض ' یبتغون من فضل اللہ ' و اخرون یقاتلون في سبیل اللہ ' فاقرؤا ما تیسر منہ ' و اقیموا الصلواۃ و اتوا الزکوۃ و اقرضوا اللہ قرضا حسنا - (٧٣ : ٢٠)	" بیشک تمہارا پروردگار تمہاري ہر حالت کي خبر رکھتا ہے ' اور تم جو کچھہ کرتے ہو ' سب اسکے سامنے ہے - وہ جانتا ہے کہ تم راتوں کو تقریباً دو تہائي رات تک یا آدھي آدھي رات اور ایک ایک پہر تک ذوق عبادت میں مستغرق کھڑے رہتے ہو ' اور تمہارے اصحاب میں سے بھي ایک جماعت اس عالم میں تمہارے ساتھہ ہوتي ہے - اللہ نے رات اور دن کي تقسیم اوقات کي ایک تقدیر کردي ہے ' اور وہي انکا اندازہ فرما ہے - اسکو یہ بھي معلوم ہے کہ تم ان اوقات عبادت کو نباہ نہیں سکتے ' پس اس نے تم پر سے اسقدر شدید عبادت اٹھادي - یہ ضروري نہیں کہ تم آدھي آدھي رات اور تین تین پہر تک خداوند کے حضور کھڑے رہو - یوں کرو کہ

جسقدر بھي آساني کے ساتھہ رات کي نوافل میں قرآن پڑھسکو ' پڑھلیا کرو - خدا کو معلوم ہے کہ تم میں بعض عبادت گذار ایسے ضعیف الجسم ہیں کہ اگر آدھي آدھي رات تک اسي طرح عبادت کرینگے تو بیمار ہوجائینگے ' اور خدا کا عبادت سے یہ مقصود نہیں - وہ جانتا ہے کہ کچھہ لوگ ان میں ایسے ہونگے جو تجارت اور کسب رزق نیز حصول فوائد و نعائم کي تلاش میں سفر کرینگے ' اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ سفر کي حالت میں ایسي شدید عبادت کو بھي جاري رکھیں - نیز وہ خبردار ہے کہ ان میں بعض لوگ حق و صداقت کیلیے دشمنان اسلام سے لڑتے ہیں ' انکے شب و روز زیادہ تر اسي میں بسر ہونگے - پس چاہیے کہ راتوں کو وقت کي قید اٹھا دو ' جسقدر آساني سے ہوسکے ' قرآن کو نماز میں پڑھو - اور صلواۃ الہی کو قائم کرو ' زکواۃ ادا کرو ' اپنے مال دولت کو خدا کي راہ میں لٹاؤ ' یہ گویا اللہ کو قرض حسنہ دینا ہے جسکا بدلہ اسکے خزانے سے دونوں جہانوں میں ملیگا "

اللہ اللہ ! وہ کیا لوگ تھے جنکے اعمال کي یہ تصویر و تقسیم تھي ' اور وہ کیسي پاک روحیں تھیں ' جنکي جان نثاریوں اور عبادت گذاریوں کا حال ایک عاشقانہ محبت و شفقت کے لہجہ میں خود خدا تعالی نے فرمایا ' اور انکے ذکر باقي کو صفحات کلام اللہ میں ہمیشہ کیلیے ثبت کردیا : فہم جلساء اللہ ' لا یشقي جلیسہم ' وہم الذین قال في حقہم : لئن سئلني لاعطینہ ' و لئن استعاذني لاعیذنہ (بخاري)

بہرحال ان آیات کریمہ میں ضمناً قران حکیم نے خود ہي بتلادیا ہے کہ صحابہ کرام کي راہ عمل مختلف تھي - فرمایا کہ بعض فضل الہي کي تلاش میں سیر و سیاحت کرتے ہیں ' اور بعض جہاد فی سبیل اللہ کي راہ میں نکلتے ہیں - پھر کیوں آپ اس روایت میں لفظ اختلاف کا یہي مطلب نہ قرار دیں کہ انکا طریق کار حسب اصول تقسیم عمل مختلف تھا ' اور یہ اختلاف قطعاً رحمت ہے ' اور ایسي رحمت عظیم کہ اگر نہو تو دنیا کے عمران و تمدن کي بنیادیں ہل جائیں -

اس سے بھي ایک دو قدم اور آگے بڑھیے ' اور دیکھیے کہ عزائم و رخص کے لحاظ سے بھي فی الحقیقت صحابہ کرام کي راہیں مختلف تھیں اور ان میں باہم اختلاف تھا - حضرۃ ابو ذر زہد و نسک میں منہمک تھے ' حضرۃ عثمان بن مظعون اور حضرۃ عبد اللہ بن عمر پر استغراق عبادۃ و ترک لذائذ دنیوي کا غلبہ تھا - حضرۃ ابن کعب ' ابن مسعود ' ابن عباس ' حفظ و درس علوم پر زیادہ وقت صرف کرتے تھے ' مگر حضرۃ عثمان ابن عفان نے کسب و تجارت پر اوروں سے زیادہ توجہ کي - پس اگر صحابہ میں یہ اختلاف نہوتا اور سب کے سب مثل حضرۃ ابو ذر اور ابن مظعون کے زہد و ترک لذائذ میں مستغرق ہو جاتے ' تو نتیجہ یہ نکلتا کہ انکا نمونہ امۃ مسلمہ میں آ کے چلکر وہ غلو اور حرج پیدا کردیتا جو اہل کتاب کے رہبان میں پیدا ہوا ' اور جسکو اسلام نے دور کیا : و رہبانیۃ ابتدعوہا لیکن اگر سب کے سب مثل امیر معاویہ اور عمرو ابن العاص کے دہاء و سیاست اور محبت نعیم و زینۃ و ریاست میں منہمک ہوجاتے ' تو تمام امۃ محض مادیۃ و جسمانیۃ ہي میں غرق ہوجاتي اور روحاني لذتوں کا کوئي بھوکا نہ رہتا - لان القدوۃ و الاسوۃ اشد تاثیرا في نفوس البشر من التعالیم القولیۃ و العملیۃ - فہذا ہو الاختلاف الذي کان رحمۃ للامۃ -

یہ جو کچھہ عرض کیا گیا ' یقین کیجیے کہ قرآن حکیم ہي کي بخشي ہوئي روشني ہے ' اور اپني راہ یہي ہے کہ ہر روشني جو آنکھہ دیکھے ' اسکا اکتساب نور اسي آفتاب ہدایت سے کیا جائے - خود یہي زیر بحث روایت بتلاتي ہے کہ سب سے پہلے کتاب اللہ سے اخذ فیضان کرو ' اور اسلیے ہر روایت کو بھي سب سے پہلے کتاب اللہ پر عرض کرنا چاہیے - اختلاف کي نوعیت کے متعلق سورہ مزمل کي آیات اوپر گذر چکي ہیں - اب ایک اور آیت آخر سورۂ توبہ کي تلاوت کیجیے :

و ما کان المومنون لینفروا کافۃ ' فلو لا نفر من کل فرقۃ منہم طائفۃ لیتفقہوا في الدین و لینذروا قومہم اذا رجعوا الیہم ' لعلہم یحذرون (٩ : ١٢٤)	سارے مسلمان تو اسي کام کیلیے ہوکر نہیں نکل سکتے ' پس کیوں نہ ایسا ہو کہ ہر جماعت میں سے ایک گروہ اس غرض سے نکلے کہ دین کے علم و احکام کو حاصل کرے ' اور دین کا مبلغ و داعي بنکر اپني قوم میں واپس جائے اور باطل پرستي کے نتائج سے اسکو ڈرائے -

اس آیۃ کریمہ میں بتلایا ہے کہ سب لوگ خدمت دین کي ایک ہي شاخ کے نہیں ہو جا سکتے - تقسیم عمل کا قدرتي طریقہ اختیار کرنا چاہیے کہ ہر جماعت میں سے ایک گروہ اپنے اپنے حلقوں میں تبلیغ دین کا کام اپنے ذمے لیلے ' اور اپنے وقت کو حصول علم دین میں خرچ کرے - پس یہي اختلاف صحابہ کے مختلف گروہوں کا تھا جو امۃ کیلیے رحمت ہوا ' اور یہي رحمت ہے جس سے اب ہم محروم ہیں :-

اسیـــران جنـگ
(٢)

گذشته نمبر میں اُن قوانین و دفعات کا خلاصہ ہم درج کرچکے هیں جو اسیران جنگ کے متعلق آج یورپ کے ادعاء تمدن و تہذیب کا (بشرطیکہ موجودہ عالمگیر جنگ کے بعد یہ ادعاء باقي رها هو) سدرۃ المنتھی ہے ' اور جس سے زیادہ وہ آور کچھہ نہیں کرسکتا - یہ دفعات گذشته چالیس سال کے اندر بتدریج تیار ہوئے هیں ' اور سوئٹزرلینڈ کي آخري بین الملي کانگریس نے ایک پورا اجلاس انکي تکمیل میں خرچ کیا ہے -

اس قانون کو پیش نظر رکھکر اب ہم دیکھنا چاهتے هیں کہ اسلام کے اُس طرز عمل اور سلوک کي تفتیش میں نکلیں جو اُس نے اسیران جنگ کے ساتھہ کیا ہے - اور جس سے ہم ایک " اسلامی قانون اسیران جنگ " کا استنباط کرسکتے هیں - لیکن اس کیلیے ضروری ہے کہ ایک مختصر اور اجمالي نظر عرب جاهلیۃ کي حالت پر بھي ڈال لي جاے - کیونکہ اسلام کا مبدء ظهور یہي ملک ' اور یہیں کي آب و هوا کي نشوؤنما تھي

(اهل عرب اور اسیران جنگ)

اسلام کے زمانے تک اگرچہ مهذب قوموں میں فدیہ لیکر اسیران جنگ کے رہا کر دینے کا رواج هوگیا تها ' لیکن عموماً ایک انتقام کیش عرب جاهلي بغض و کینہ کے جذبات پر مال و دولت کو قربان کردیتا تھا -

چنانچہ ایک عورت کو جب معلوم هوا کہ اسکا بھائي عمرو اسکے دوسرے مقتول بھائي کا خون بہا لیکر صلح کرنا چاهتا ہے ' تو اسنے طنز آمیز لہجے میں انتقام لینے پر ان اشعار سے اکسایا :

ودع عنك عمرا ان عمرا مسالم
وهل بطن عمرو غير شبر لمطعم

عمرو کا ذکر نہ کرو ' وہ تو آمادۂ صلح ہے - عمرو کا پیٹ ہے ' بالشت بھر کا - مگر پھر بھي نہیں بھرتا ' اسکے بعد وہ دوسروں کو کہتی ہے :

فان انتم لم تثأروا واتديتم
فمشوا بآذان النعام المصلم

پس اگر تم لوگ خون کا انتقام نہیں لیتے بلکہ خون بہا لیتے هو ' تو جاو ' اور هر جگہ ذلت و خواري کے ساتھہ رسوا پھرو !

اس بنا پر اهل عرب اسیران جنگ سے فدیہ بہت کم لیتے تھے ' اور اکثر نہایت بیرحمي کے ساتھہ قتل کردالتے - عرب الالات میں جب کندہ کا سردار گرفتار هوا ' تو قیس بن عاصم کے بیٹے اپني کمان سے اسکے دانت توڑ ڈالے ' کہ اپنے سردار نعمان بن جساس کے بدلے میں آسے قتل کرڈالا - ابو عبیدہ کے حسب تصریح غسي اور اسکے بھائي حبش بن کعب کو جب قید کیا تو فوراً گردن اڑا دي - عامر بن مالک نے سعد بن زرارہ کے ساتھہ اسی طرح سختیاں کیں کہ وہ حالت قید هی میں مرگیا - زمانۂ اسلام میں حبات کو بھي بنو عامر نے قید کرکے اسی طرح قتل کردیا تھا

پھر اهل عرب اگر قیدیوں کے ساتھہ زیادہ مہربانی کرتے بھي تھے ' تو وہ مہرباني یہ تھي کہ ذلت کا ایک داغ همیشہ کیلیے باقی رها کرتے ۔

عوف ابن احوص نے معاویہ ابن حزن کو گرفتار کیا تو پیشانی کے بال کاٹ کر رہا کیا - قبیلۂ بنو یربوع نے جب عرب کے مشهور بادشاہ منذر بن السماء کے بیٹے قابوس کو ایک معرکے میں قید کرلیا ' تو اسي قسم کا ذلت آمیز برتاؤ کیا -

آج مہذب دنیا حالت قید میں بادشاهوں کے ساتھہ شریفانہ برتاؤ کرنے پر فخر کرتي ہے ' لیکن اهل عرب انکی تذلیل و تحقیر کو اپنا مایۂ ناز سمجھتے تھے اور یہي عرب کي اصلي فطرت جرید ہے چنانچہ عرب کا مشهور شاعر عمرو بن کلثوم کہتا ہے :

فآبوا بالنهاب وبالسبايا ... وابنا بالملوك مصفدينا

یعني عام لوگ تو مال غنیمت اور معمولي قیدیوں کو لیکر پلٹے ' مگر هم بادشاهوں کو هتکڑیاں پہنا کر لاے - (١)

لونڈیوں کے ساتھہ اس سے بھی زیادہ وحشیانہ برتاؤ کیا جاتا تھا - یہاں تک کہ قید کي حالت میں اون سے هر قسم کا نفع جائز سمجھا جاتا - عمرو بن عمرو نے جب قبیلہ بنو عبس کے بہت سے قیدي گرفتار کیے تو ایک کو خدمت لینے کے لیے آزاد کردیا ' اسي بنا پر فرزدق شاعر نے (کہ قبیلہ تیم کا دشمن تھا) عرب کو اخلاق اور نسب کا بھي الزام دیا ہے ' کیونکہ وہ قیدي عورتوں سے جبراً علائق پیدا کرتے - صاحب عقد الفرید اور ابن عبدہ نے اسے بالتفصیل لکھا ہے -

(اسلام اور اسیران جنگ)

اســـلام دنیا میں آیا تو پہلے معرکۂ جہاد هي میں اسکے سامنے اسیران جنگ کا مسئلہ پیش هوا - چنانچہ غزوۂ بدر میں جب آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلـــم کے سامنے ستر قیدي پیش کیے گیے ' تو اونکے بارے میں آپ نے حضرت ابو بکر سے مشورہ کیا - اونہوں نے فدیہ لیکر رہا کردینے کي رائے دي - لیکن حضرت عمر رضي اللہ عنہ نے اس سے اختلاف کیا ' انہوں نے کہا کہ دشمنان حق کو فدیہ لیکر چھوڑنا کیسا ؟ هر مسلمان شخص کو چاهیے کہ خود اپنے هاتھوں سے اپنے عزیزوں کو قتل کرکے محبت حق کا ثبوت دے - لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضي اللہ عنہ کی رائے پر عمل فرمایا ' اور فدیہ لیکر تمام قیدیوں کو رہا کردیا -

مفسرین کرام کے نزدیک حضرت عمر رضي اللہ عنہ هي کي رائے صحیح تھي - وہ کہتے هیں کہ اسي بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل پر خدا نے یہ عتاب آمیز آیت نازل فرمائی :

ما كان لنبي ان تكون له اسرى حتي يثخن في الارض - تريدون عرض الدنيا و الله يريد الاخرة ' و الله عزيز حكيم - لولا كتاب من الله سبق ' لمسكم فيما اخذتم عذاب عظيم

پیغمبر کیلیے قیدی بنانا اوسوقت تک کیلیے جائز نہیں جبتک کہ یہ دشمن جہاد کو پوري طرح ادا نہ کرلے - تم لوگ دنیوي مال و دولت کے بھوکے هو ' اور خدا تو صرف آخرت کا ثواب چاهتا ہے - وہ غالب اور حکیم ہے - اگر خدا کا حکم پہلے سے نہ هوچکا هوتا ' تو جو مال تم نے لیا ہے اوسکی پاداش میں تم پر بڑا

(١) اس حصے کیلیے بلوغ الارب - جلد اول - الابل - ص ٩١ - تا ص - ٨٣ کا مطالعہ کرنا چاهیے - بلوغ الارب کے اندر جابجا اس کے اہم مطالب لکھا دیے هیں -

غنمتم حلالا طیبا' و اتقو الله' ان الله غفور رحیم. (انفال)	سخت عذاب نازل ہوتا - اب جو کچھ مال غنیمت میں تم نے لوٹا ہے' اوسکو حلال اور پاک چیزوں کی طرح کھاؤ' بلا شبه الله بڑا معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے -

لیکن ترمذی کی ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت کو اسیران بدر کے فدیہ سے کوئی تعلق نہیں' بلکہ وہ مال غنیمت کے متعلق نازل ہوئی ہے :

فلما کان یوم بدر وقعوا في الغنائم قبل ان تحل لهم' فانزل الله: لولا کتاب من الله لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم (ترمذي کتاب التفسیر ص-۵۰۳)	جب معرکۂ بدر پیش آیا تو مال غنیمت کے حلال ہونے سے پیشتر ہی لوگوں نے لوٹنا شروع کردیا - اسپر خدا نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اگر خدا کا حکم پہلے سے نہ ہوچکا ہوتا' تو جو کچھ تم نے لوٹا ہے اوسکی پاداش میں تم پر بڑا عذاب نازل ہوتا -

یہی وجہ ہے کہ اس ایۃ کی تفسیر میں بر بناء احادیث صحیحہ ہمارا مسلک عام مفسرین کی راہ سے الگ ہے' اور اسکی پوری تحقیق سورۂ انفال و توبہ کی تفسیر سے معلوم ہوسکیگی -

غزوۂ بدر کے بعد آنحضرت صلی الله علیه و سلم کا جو طرز عمل رہا' اوس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت نے فدیہ پر کوئی اثر نہیں ڈالا - چنانچہ آپ نے غزوۂ بنی مصطلق میں تمام اسیران جنگ کو فدیہ لیکر رہا کردیا تھا - (۱)

(فدیہ کا مقصد)

اسلام اگرچہ فدیہ کا موجد نہ تھا' بلکہ زمانۂ قدیم سے جو رسم چلی آتی تھی' وہی جاری رہگئی تھی' تاہم اسلام کا طرز عمل اس معاملہ میں تمام دنیا سے مختلف تھا - اعمال کے نتائج کا اثر خود عمل سے نہیں ظاہر ہوتا بلکہ نیت سے ظاہر ہوتا ہے - اختلاف نیت سے ایک ہی عمل کا نتیجہ مختلف صورتوں میں ظاہر ہو سکتا ہے - گذشتہ قوموں نے فدیہ کی جو رسم قائم کی تھی' اوس سے اسیران جنگ پر احسان تو ضرور ہوجاتا تھا' لیکن وہ بالکل عارضی تھا - اونہوں نے اسے مال و دولت جمع کرنے کا ایک ذریعہ بنا لیا تھا - قدیم قوموں میں بہت سے جنرل اسیکی بدولت دولت مند ہو گئے - لیکن اسلام نے اسکا دائرہ صرف رہائی کے احسان تک ہی محدود کردیا - چنانچہ کفار نے جب ایک سردار کی لاش کو فدیہ دیکر واپس لینا چاہا تھا' تو آنحضرت نے صاف انکار کردیا تھا (۲) اسلام نے اگر فدیہ کو مالی فائدہ حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا ہوتا تو فدیہ لیکر لاشوں کا واپس کرنا زندہ انسانوں کی واپسی سے زیادہ آسان اور بے ضرر تھا - حضرت ابوبکر رضی الله عنه نے اسیران بدر کے متعلق فدیہ لینے کا جو مشورہ دیا تھا' اوس سے صرف مالی فائدہ اوٹھانا مقصود تھا - چنانچہ اونہوں نے صاف صاف کہدیا تھا کہ اس سے فوجی مصارف میں مدد ملیگی -- پس اگر اس آیت کا وہی شان نزول تسلیم کرلیا جاے جسکو حضرات مفسرین کرام نے بتایا ہے' تو اوس سے بھی صرف یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ فدیہ کو دنیوی فوائد کے حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں بنانا چاہیے - چنانچہ خدا خود کہتا ہے :

تریدون عرض الدنیا و الله یرید الاخرہ !	تم دنیوی فوائد چاہتے ہو اور خدا تمہارے لیے آخرۃ کا ثواب چاہتا ہے -

لیکن اس سے فدیہ لیکر بطور احسان رہا کردینے کی نفی لازم نہیں آتی - اور دراصل اس مبحث سے اس آیۃ کو کوئی تعلق ہی نہیں -

(۱) ترمذي ص - ۲۹۴
(۲) طبقات ابن سعد جلد ۲ - ص- ۶۴

مگر اسلام کا دریاے کرم ان خس و خاشاک کا بھی پابند نہیں ہوسکتا تھا - آنحضرت نے اگرچہ بعض موقعوں پر فدیہ قبول کرلیا تھا' لیکن آپ عموماً قیدیوں کو بغیرکسی مالی معاوضے کے آزاد فرمادیا کرتے تھے - قبیلہ بنو مصطلق کے بعض اسیران جنگ سے اگر آپنے فدیہ لیا' تو قیدیوں کا ایک گروہ بلا معاوضہ بھی رہا کردیا (۱)

و کان منهم من من علیه رسول الله صلی الله علیه و سلم' و منهم من افتدی' فلم یبق امراۃ من بني المصطلق الا رجعت الی قومها (طبقات ابن سعد جلد ۲ - ص - ۴۶)	اونکے بعض قیدیوں کو آپ نے احساناً رہا کردیا' اور بعض سے فدیہ لیا - اسطرح بنو مصطلق کی ہرگرفتار شدہ عورت اپنی قوم میں واپس چلی گئی - اور ایک عورت بھی نہ بچی جو قید میں رہگئی ہو !

(غزوۂ دومۃ الجندل)

غزوۂ دومۃ الجندل میں تقریباً ایکسو بچے اور عورتیں قید کرلی گئی تھیں - لیکن جب ابو زید مسلمان ہوکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اونکے رہا کرنے کی درخواست کی' تو آنحضرت صلی الله علیه و سلم نے حضرت علی کے ذریعہ حضرت زید بن حارثہ کو حکم دیا :

ان تجلي بینهم و بین حرمهم (ابن سعد جلد ۲ ص ۴۶)	اونکی عورتوں کو بالکل آزاد کردو -

(بنی تمیم و ہوازن)

غزوۂ بنی تمیم میں صحابہ گیارہ عورتوں اور تیس بچوں کو گرفتار کر لاے - آنحضرت نے اونکو رملہ بنت حارث کے گھر میں بند کردیا' لیکن جب اوس قبیلہ کے سردار آئے اور اونکو دیکھکر قیدیوں نے رونا پیٹنا شروع کیا' تو آنحضرت صلی الله علیه و سلم نے تمام قیدیوں کو اونکے ساتھہ رہا کرکے واپس کردیا (۲)

غزوۂ ہوازن میں علاوہ بہت سے مال غنیمت کے ۶ ہزار زن و مرد گرفتار ہوے تھے (۳) لیکن جب وہ لوگ مسلمان ہوکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوے اور مال غنیمت کے واپس کرنے کی درخواست کی' تو آپنے فرمایا : " مال اور قیدی دونوں واپس نہیں کیے جاسکتے - ایک کو اختیار کرسکتے ہو " اونلوگوں نے قیدیوں کو واپسی کیلیے انتخاب کیا - چونکہ تمام قیدی تقسیم کردیے گئے تھے' اسلیے آنحضرت نے ایک خطبہ دیا' جسکا مطلب یہ تھا :

" جو لوگ قیدیوں کو بخوشی واپس کرنا چاہیں وہ واپس کردیں - لیکن اگر کچھہ لوگ مالی معاوضہ چاہتے ہوں تو چاہیے کہ صبر کریں - اسکے بعد میرے حصہ میں جو مال خمس کا آئیگا' میں اوس میں سے ہر قیدی کے عوض ۱۶ اونٹ دیدونگا "

لیکن تمام صحابہ نے قیدیوں کو بخوشی واپس کردیا (۴)

(قاتلوں کے ساتھہ سلوک)

بعض حالتوں میں آپ پر دشمنوں نے کمینگاہوں سے نہایت خداعانہ حملے کیے ہیں اور وہ گرفتار ہوکر آے ہیں - کفار مکہ کی ایک جماعت نے جو ۸۰ - اشخاص سے مرکب تھی' عین نماز فجر میں آپ پر حملہ کرنا چاہا اور صحابہ نے اونکو گرفتار کرلیا - لیکن آپنے ان کو بھی بغیر کسی مالی معاوضہ کے بلا تامل آزاد کردیا (۵)

عہد نبوت میں متعدد قبائل کے ڈاکوؤں نے ایک جتھہ قائم

(۱) طبقات ابن سعد جلد ۲ - ص - ۱۱۶
(۲) طبقات ابن سعد جلد ۲ - ص - ۱۱۱
(۳) یہ واقعہ ابو داؤد' بخاری' مسلم' سب میں ہے -
(۴) ابو داؤد جلد ۲ - ص - ۱۰
(۵) مقریزي جلد ۲ - ص - ۷۸

کرلیا تھا ، اور عام طور پر ڈاکہ مارتے پھرتے تھے - آپ نے اونکی گرفتاری کیلیے فوج بھیجی مگر جب وہ گرفتار ہوکر آئے تو سب کو آزاد کردیا - چنانچہ عرب نے اونکو عتقاء (آزاد شدہ) کا خطاب دیا - آگے چل کر اسی نام سے اونھوں نے ایک مستقل قبیلہ کی شکل اختیار کرلی ، اور بعہد عمرو بن عاص مصر میں آباد ہوگئے -

(واقعۂ ثمامہ بن آثال)

مالی معاوضہ کی سب سے زیادہ توقع امراء اور رؤساء سے ہوسکتی تھی ، اسلیے اگر اسلام نے فدیہ کو حصول دولت و مال کا ذریعہ بنایا ہوتا ، تو وہ سب سے زیادہ امراء کے آگے اپنے دامن کو وسیع کرتا - لیکن اوس نے امراء کو بھی اوسی طرح آزاد کر دیا ، جسطرح وہ ایک غریب بدوی کو آزاد کر دیتا تھا - صحابہ کرام اهل یمامہ کے سردار ثمامہ بن آثال کو گرفتار کر کے لاے ، اور مسجد کے ایک ستون سے باندہ دیا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاے تو اوس سے پوچھا کہ تیرے پاس کیا ہے ؟ اوس نے کہا : " اگر آپ قتل کرنا چاہتے ہیں تو میرے پاس خون ہے ، اگر احسان کرنا چاہتے ہیں تو میری زبان شکر گذار ہے ، اور اگر مال چاہتے ہیں تو جس قدر مطلوب ہو باسانی دیا جاسکتا ہے " آنحضرت سنکر واپس گئے اور دوسرے دن پھر یہی سوال کیا ، اوس نے بھی اپنے پہلے ہی جواب کا اعادہ کیا - آپ آج بھی واپس گئے ، تیسرے دن پھر یہی سوال کیا ، اوس نے پھر وہی پہلا جواب دیا - آپنے حکم دیا کہ بلا کسی معاوضے کے اسے بالکل آزاد کردو ! وہ آزاد ہوکر مسجد سے نکلا تو ایک کھجور کے درخت کے پاس جاکر پہلے غسل کیا ، پھر مسجد میں آکر کلمۂ توحید پڑھا اور کہا :

" اے محمد ! خدا کی قسم ، دنیا میں میرے لیے تمہارے چہرہ سے زیادہ مکروہ کوئی چہرہ نہ تھا - لیکن آج مجھے تمہارے رخسار سب سے زیادہ محبوب نظر آتے ہیں - میرے نزدیک تمہارے مذہب سے زیادہ مبغوض کوئی مذہب نہ تھا ، لیکن آج تمہارا دین مجھے تمام مذاہب سے زیادہ عزیز معلوم ہوتا ہے - میں تمہارے شہر سے زیادہ کسی شہر کو قابل نفرت نہیں سمجھتا تھا ، لیکن آج تمہارا شہر مجھے تمام شہروں سے زیادہ دلفریب نظر آتا ہے - میں عمرہ کی غرض سے چلا تھا - راستے میں آپ کی فوج نے مجھے قید کر لیا - اب آپ کا کیا حکم ہے " ؟

آپ نے اوسکو عمرہ ادا کرنے کا حکم دیا - لیکن جب وہ مکہ میں آیا تو اهل مکہ نے طعنہ دینا شروع کیا کہ " یہ گمراہ ہوگیا " لیکن اوس نے کہا : " تم غلط کہتے ہو - میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و سلم) کے پاس مسلمان ہوا ہوں ، پھر گمراہ میں ہوں یا تم ؟ اب جبتک آنحضرت حکم نہ دینگے ، یمامہ سے مکہ میں گیہوں کا ایک دانہ بھی نہ آسکیگا " - (۱)

(آستانۂ اسلام اور غلامان عرب)

غلاموں کے ساتھہ آنحضرت کے اس کریمانہ برتاؤ کی شہرت ہوئی ، تو کفار مکہ کے بہت سے غلام آپکی خدمت میں بھاگ بھاگ کر آئے کہ آپ کے دامن کرم میں پناہ لیں - یہ رنگ دیکھکر کفار نے آپکو خط لکھا کہ " ان غلاموں کو آپ کے مذہب سے کوئی خوش اعتقادی نہیں ہے ، صرف آزادی کی کشش اونکو آپ کی خدمت میں کھینچ لائی ہے " - صحابہ نے بھی اسکی تائید کی اور کہا : " کفار سچ کہتے ہیں - آپ ان کو واپس کردیجیے " لیکن آنحضرت صحابہ پر سخت برہم ہوے اور فرمایا : " اب ان کو واپس نہیں کیا جاسکتا - یہ خدا کی راہ میں آزاد ہیں " (۲) کفار کا بیان کیونکر سچ ہوسکتا تھا ؟ انہوں نے کہا کہ ان غلاموں کو اسلام سے کوئی خوش اعتقادی نہیں جو اُسکے آستانۂ کرم پر آزادی کیلیے آئے ہیں ، لیکن اگر یہ سچ تھا کہ وہ آزاد ہونے کیلیے آئے تھے تو اسکا یہی مطلب تھا کہ وہ مسلمان ہونے کیلیے آئے تھے - کیونکہ اسلام اسکے سوا کیا ہے کہ وہ ہر طرح کے دماغی و جسمانی غلاموں کو آزاد کردینے کیلیے ظاهر ہوا ؟

(اسیران بنو قریظہ)

تمام غزوات میں آپ نے بظاہر سب سے زیادہ سختی بنو قریظہ کے ساتھہ کی تھی جنھوں نے اپنے تخلف عہد و میثاق سے اپنے تئیں سخت سے سخت تشددات کا مستحق بنا دیا تھا ، لیکن اون کے قیدی بھی آپ کے لطف و مراعات سے محروم نہ رہے ، اور آپ نے بہت سے قیدیوں کو آزاد کردیا (۱)

(قیدیوں کی ضروریات)

دور جدید کے فیاضانہ قانون کی رو سے قیدیوں کے بدن سے زیور یا کپڑا نہیں اوتارا جاسکتا ، لیکن اسلام کی فیاضی نے صرف اتنا ہی نہیں کیا بلکہ خود قیدیوں کو کپڑا بھی پہنا دیا - غزوۂ بدر میں جب حضرۃ عباس رضی اللہ عنہ آپ کے سامنے برہنہ پہونچے ہوے ، تو آپنے اونکو عبد اللہ بن سلول کی قمیص لیکر پہنائی - یہ اوسی احسان کا معاوضہ تھا کہ آپ نے اوسکے مرنے کے بعد اپنا کرتہ اوسکے کفن کیلیے دیدیا - قبیلۂ ہوازن کے قیدیوں کی تعداد تقریباً ۶ ہزار تھی ، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو کپڑا پہنا کر واپس کیا - (۲)

(اسیران جنگ کے جذبات کی رعایت)

قید کی حالت میں جسمانی تکلیفوں سے زیادہ انسان کے جذبات کو صدمہ پہونچتا ہے ، لیکن آج تک دنیا کی کسی قوم نے قیدیوں کے جذبات کا لحاظ نہیں رکھا - صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے جسم کے ساتھہ قیدیوں کی روح کو بھی سکھہ پہونچایا ہے - قید کی حالت کا وہ منظر نہایت درد انگیز اور رقت خیز ہوتا ہے جب بھائی بھائی سے ، بیٹا باپ سے ، شوہر بی بی سے بجبر ایک غیر متعین مدت کیلیے جدا کردیے جاتے ہیں - لیکن اسلام نے قید کی حالت میں ہمیشہ عزیزوں کی باہمی یکجائی سے اونکے لیے تسکین کا سامان مہیا کیا - جب حضرت علی نے ایک لونڈی کو اوسکی لڑکی سے جدا کرنا چاہا تھا ، تو آنحضرت نے اسکی ممانعت فرمائی تھی (۳) یہی وجہ ہے کہ اسلام نے کبھی قیدیوں کے مذہبی جذبات و عقائد سے بھی تعرض نہیں کیا - مدینہ میں یہود کے مذہبی اثر نے اس قدر وسعت حاصل کرلی تھی کہ اگر کسی عورت کے بچے زندہ نہیں رہتے تھے تو وہ نذر مانتی تھی : " اگر اوسکا بچہ زندہ رہیگا تو وہ اوسکو یہودی بنائیگی " - چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہود بنو نضیر کو جلا وطن کیا ، تو اون میں اس قسم کے بہت سے بچے بھی تھے - انصار نے انکو روکنا چاہا ، لیکن اسپر یہ آیت نازل ہوئی :

لا اکراہ فی الدین	مذہب میں اکراہ و جبر نہیں
قد تبین الرشد	بلا شبہ اب حق باطل کے مقابلے
من الغی - (۴)	میں بالکل واضح و روشن ہوگیا ہے -

(مبادلہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کے ساتھہ قیدیوں کا مبادلہ بھی کیا ہے - ... کا بیان ہے :

" جب قبیلہ بنو فزارہ پر حملہ کیا گیا ، تو میں مازن قبیلہ کی

(۱) مسلم جلد ۲ - ص - ۷۵
(۲) ابو داود جلد ۲ - ص - ۱۳

(۱) طبقات ابن سعد جلد ۲ - صفحہ - ۵۴
(۲) ... جلد ۲ - ص - ۱۱۱
(۳) ابو داود جلد ۲ - ص - ۱۲
(۴) ابو داود جلد ۲ - ص - ۹

ایک عورت کو گرفتار کر لایا - اسکے ساتھہ اوسکي نو خیز لڑکي بھي تھي - حضرت ابو بکر رضي اللہ عنہ امیر الجیش تھے ' انھوں نے مال غنیمت کو تقسیم کیا تو وہ لڑکي مجھہ کو ملي - میں اوسکو مدینہ لے آیا - بازار میں حسن اتفاق سے آنحضرت کا سامنا ھو گیا - آپ نے اوس لڑکي کو دیکھہ کر فرمایا کہ اس عورت کو مجھپر ھبہ کردو - میں نے کہا : خدا کي قسم میں نے اب تک اسے ھاتھہ بھي نہیں لگایا ھے ' اور اب اسکو آپ کي نذر کرتا ھوں ! لیکن آپنے اوس لڑکي کو لیکر اھل مکہ کے پاس واپس بھیجدیا ' اور کفار نے اوسکے عوض میں متعدد مسلمان قیدیوں کو رھا کر دیا " (۱)

(واقعۂ حضرۃ صفیہ)

اس واقعہ سے ایک دوسرے اھم مسئلہ کا فیصلہ کیا جاسکتا ھے' آنحضرت کے زمانے میں امراء کے خاندان کي جو عورتیں گرفتار ھوکر آئیں' ان میں جویریہ اور صفیہ کے ساتھہ آپنے خود نکاح فرمایا - چونکہ وہ اور باتوں کے ساتھہ حسن و جمال میں بھي نہایت ممتاز تھیں' اسلیے یورپ اسکو بد گماني کي نگاہ سے دیکھتا ھے ' لیکن واقعہ یہ ھے کہ آنحضرت قید کي حالت میں بھي شرفاء کي عزت کا ھمیشہ لحاظ رکھتے تھے - صفیہ پہلے دحیہ کلبي کے حصہ میں آئي تھیں' لیکن وہ ایک امیر وقت کے خاندان کي چشم و چراغ تھیں' ظاھر ھے کہ ایک رئیسہ کے حفظ مراتب کا دحیہ لحاظ نہیں رکھہ سکتے تھے - جویریہ اپنے بدل ازادي کیلیے جسطرح پریشان حال پھرتي تھیں' وہ اونکے لیے بھي سخت توھین کا باعث تھا - اور صفیہ نے تو خود اس خیال کو ظاھر بھي کردیا تھا - اس بنا پر آنحضرت نے اونکي اس ذلت کو گوارا نہیں کیا' اور خود اونکے ساتھہ نکاح کرکے اونکي خانداني عزت میں اور اضافہ کردیا - چنانچہ آپ کے طرز عمل سے صحابہ کو خود بھي اسکا احساس ھوگیا تھا - صفیہ کو ایک شخص نے یہ کہکر آنحضرت کي خدمت میں پیش کیا :

یا نبي اللہ ! اعطیت دحیۃ صفیۃ بنت حي ابن اخطب سید قریظۃ و النضیر' لاتصلح الا لک - (۲)	یا رسول اللہ ! آپ نے صفیہ کو جو حي ابن اخطب سردار قریظہ و نضیر کي لڑکي ھے' دحیہ جیسے معمولي شخص کے حوالے کیا ھے - لیکن وہ صرف آپ ھي کیلیے موزون ھے -

(مطعم بن عدي)

آنحضرت احسان کے معاوضے میں بھي قیدیوں کو رھا فرمایا کرتے تھے - زمانۂ جاھلیۃ میں مطعم بن عدي نے آپ کے ساتھہ ایک احسان کیا تھا - اسکا آپ پر اس قدر اثر تھا کہ جب اسیران بدر آپ کي خدمت میں حاضر کیے گئے تو آپ نے فرمایا : " اگر مطعم بن عدي آج زندہ ھوتا اور وہ ان قیدیوں کے معاملے میں گفتگو کرتا ' تو میں سبھوں کو رھا کر دیتا "

(وحشیانہ مراسم کا انسداد)

لیکن سب سے زیادہ آپ نے اون مظالم اور اون ذلت آمیز طریقوں کو مٹایا ' جو غلاموں کے متعلق تمام عرب میں رائج تھے - عرب میں یہ ایک نہایت درد انگیز طریقہ جاري ھوگیا تھا کہ غلاموں کے ھاتھہ پانوں باندھکر نہایت بیدردي سے قتل کردیتے تھے - چنانچہ بنو عامر نے حضرت خبیب کو اسي طریقہ سے قتل کیا تھا - پس آپنے نہایت سختي کے ساتھہ اس ظلم و وحشت کو روک دیا -

لونڈیوں کے ساتھہ بغیر انقضاء مدت کے لوگ تعلق کرلیتے تھے - یہاں تک کہ حاملہ لونڈیاں بھي اس سے مستثنى نہ تھیں - لیکن آنحضرت نے نہایت سختي کے ساتھہ اس کي بھي ممانعت فرمائي - آپنے ایک لڑائي میں ایک حاملہ لونڈي کو دیکھکر فرمایا : " شاید اسکے آقا نے اسکے ساتھہ یکجائي کي ھے " صحابہ نے بھي آپ کے خیال کي تائید کي - اسپر آپنے فرمایا :

همت ان العنه لعنۃ تدخل معه في قبره (۱)	جي میں آتا ھے کہ اس فعل کے کرنے والے پر ایسي دائمي لعنت بھیجوں جو اُسکي قبر تک اوسکے ساتھہ جاے !

پھر غزوۂ اوطاس میں عام حکم دیدیا :

لا توطاء حاملۃ حتى تضع ' ولا غیر ذات حمل ' حتى تحیض حیضۃ (۲)	حاملہ لونڈیوں سے وضع حمل کے قبل نزدیکي نہ کي جاے ' نیز غیر حاملہ عورتوں سے بھي اوسوقت تک علحدگي ضروري ھے جب تک کہ اون پر ایک مہینہ طہارت ایام مخصوصہ کا نہ گذر جاے -

(رقاصہ لونڈیاں)

زمانۂ جاھلیۃ میں عموماً لونڈیوں سے رقص و سرود کا کام لیا جاتا تھا ' اور اس قسم کي لونڈیوں کا ایک خاص طبقہ پیدا ھوگیا تھا جسکو " قینہ " کہتے تھے - اس طبقہ میں وہ لونڈیاں نہایت مودب سمجھي جاتي تھیں' جو عین محفل کے اندر لمس و مس کا حیا سوز موقع دیتي تھیں - اس بے حیائي کا اثر اونکي وضع و لباس سے بھي ظاھر ھوتا تھا - وہ نہایت ڈھیلا ڈھالا کرتہ پہنتي تھیں - اوسکا گریبان نہایت کشادہ اور کھلا ھوتا تھا - چنانچہ طرفہ نے ان لونڈیوں کا ذکر اپنے مشہور قصیدۂ معلقہ میں نہایت تفصیل سے کیا ھے ' اور ارباب فن کو معلوم ھے -

عرب جاھلیۃ کي یہ حالت بعینہ قدیم تمدن روم سے ملتي جلتي ھی جسکي رقاصہ اور مغنیہ عورتوں کے نیم برھنۂ لباس کي تصویریں اور تماثیل تم نے دیکھي ھونگي - آج یورپ کا لباس محفل رقص جسکو " فل ڈریس " کا عجیب و غریب لقب دیا گیا ھے :

بر عکس نہند نام زنگي کافور

اسي کا بقایا ھے' اور اس سے عرب جاھلیۃ کي رقاصہ لونڈي کے کھلے گریبان اور منظر عریاني کا اندازہ کیا جاسکتا ھے -

بہت سے لوگ جبراً لونڈیوں سے بدکاري کرواتے تھے ' اور اس طریقہ سے مالي فائدہ اوٹھاتے تھے - آج بھي تمام متمدن قوموں میں یہ ھو رھا ھے -

لیکن اسلام کي اخلاقي تعلیم نے اِن تمام وحشیانہ رسموں کو مٹا دیا - قران حکیم کي مندرجۂ ذیل آیت پر غور کرو :

ولا تکرھوا فتیاتکم على البغاء ان اردن تحصنا لتبتغوا عرض الحیاۃ الدنیا و من یکرھهن فان اللہ من بعد اکراھهن غفور رحیم (۳۴ : ۳۳)	اور اپني لونڈیوں کو زنا پر دنیوي فائدہ کیلیے مجبور نہ کرو جبکہ وہ پاکدامن رھنا چاھتي ھیں ' اور جو لوگ اونکو مجبور کرتے ھیں ' سو اس جبر کے بعد اگر وہ مرتکب زنا ھوجالیں تو خدا بڑا ھي معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ھے -

اسطرح لونڈیوں نے قعر مذلت اخلاقي سے نکل کر ایک نئي شریفانہ زندگي کے عالم میں قران حکیم کي بدولت قدم رکھا - یہاں تک کہ قرآن نے اونکو " فتاۃ " کا خطاب دیا ' جسکے معني عربي میں شریف لڑکي کے ھیں ' لونڈي نہیں کہا -

(باقي آئندہ)

(۱) ابو داؤد جلد ۲ - ص - ۱۲
(۲) مسلم جلد ۱ - ص - ۵۴۶ کتاب النکاح

(۱) ابو داؤد جلد ۲ - ص - ۲۹۲ کتاب النکاح
(۲) ابوداؤد جلد ۱ - ص - ۲۹۲

مـرحـوم مـولانـا شبـلـي نعمـاني

حياة علمي و ادبي پر ايک سرسري نظر

گذشته سال کي ايک صحبت

گذشته سال ايک يادگار جلسه مسلم انسٹي ٹيوٹ هال کلکته ميں زير صدارت جسٹس سيد حسن امام منعقد هوا تها - اس غرض سے که يه عاجز شمس العلما مولانا شبلي نعماني مرحوم کي حياة علمي و ادبي کے متعلق لکچر دے -

کسي کثيرالتصانيف مصنف کي علمی زندگي کے متعلق (علی الخصوص جبکه وه مختلف علوم سے تعلق رکهتي هو) ايک دو گهنٹے کي صحبت ميں کيا کها جاسکتا هے ؟ تاهم ايک تقرير کي گئي ' اور چونکه مجمع هر طرح کا تها ' اسليے کوشش کي گئي که خالص علمي مباحث کا خشک مذاکره هي نهو ' بلکه زياده تر انهي پهلوؤں پر نظر ڈالي جاے ' جو عام طور پر بهي کوئي ادبي و علمي بصيرة سامعين کے ليے رکهتے هيں -

ميرے ايک عزيز و مخلص مولوي محمد يعقوب صاحب نے اس تقرير کے نوٹ بطور خود لے ليے تهے - وه انکو مرتب کرکے اس غرض سے ميرے پاس لاے که کسي بيان ميں غلطي تو نهيں رهگئي هے - چنانچه وه کاغذ ليکر ميں نے رکهه ليا - ليکن اسکے بعد نه تو مجهے اسکي ياد آئي اور نه مولوي صاحب نے ياد دهاني کي ضرورت سمجهي - آج ايک سال کے بعد ايک ضرورت سے کاغذات کو ديکهنے لگا تو يه پورا مضمون نکل آيا - مضمون نے پہلے سال گذشته کا وه زمانه ياد دلايا جب ميں نے ان کاغذات کو حوالۂ نسياں کيا تها ' اور اس ياد کے ساتهه هي مولانا شبلي مرحوم ' اور انکي نا قابل فراموش علمي و ادبي صحبتيں ياد آگئيں !

جرت الرياح علی مکان ديارهم * فکانهـــم کانوا علی ميعـــاد !

اگرچه يه ايک مختصر زباني اور سرسري تقرير تهي ' اور پهر اسکے بهي يه نامکمل و متفرق نوٹ هيں ' تاهم خيال آيا که گذشته کي هر ياد ' اور رفته کا هر تذکره کچهه نه کچهه دلچسپي ضرور رکهتا هے - اسے شائع کرديا جاے تو بهتر هے - ممکن هے که اسکے سرسري اشارات سے کوئي مفيد بات کسي کو معلوم هوجاے - اور پهر تذکرۂ علم و ارباب علم بهرحال عدم تذکره سے بهتر هے :

(آغـــاز تـقـريـــر)

" ميں اس موثر اور عظيم الشان اجتماع پر اس هال کو مبارکباد ديتا هوں ' اسليے نهيں که انسانوں کا ايک بهت بڑا مجمع مجهے اپنے ارد گرد نظر آتا هے ' کيونکه مجامع هميشه هوتے هيں اور هميشه هونگے - اسليے نهيں که شوق ' اور محويت کا ايک غير معمولي اجتماع ميرے سامنے هے ' کيونکه ميں نے اس سے بهي وسيع تر حلقه هاے محويت و ذوق ديکهے هيں ' اور اسليے بهي نهيں که ايک منتخب اور تعليم يافته صحبت يهاں منعقد هوگئي هے ' کيونکه ايسا بارها هوا هے ' اور يه ميرے ليے کوئي نئي چيز نهيں - مگر اے حضرات ! صرف اسليے که آج کا اجتماع ان تمام موجبات تبريک سے بهي بڑهکر ايک خصوصيت اپنے اندر رکهتا هے ' اور وه کسي متمدن اور زنده اجتماع کيليے سب سے بڑي عظمت هے جو دنيا ميں حاصل هو سکتي هے - همارا آج کا اجتماع طاقت کے ماتم ميں نهيں هے ' جسکا ماتم هميشه کيا جاتا هے - همارا ماتم دولت کے لٹنے کا نهيں هے جسکے ليے غلام دولت مجمعوں نے هميشه ماتم کيا هے - همارا ماتم دنيوي عزتوں کيليے نهيں هے جسپر حلقه بگوشان دنيا نے هميشه سينه کوبي کي هے - هم کو کسي دنيوي عز و جاه کي نعش نهيں کهينچ کر يهاں لائي هے جسکي طاقتور زنجيروں نے هميشه بندۂ هوس انسانوں کو مقيد کيا هے - بلکه آج هم صرف علم اور فن کے ماتم کيليے يهاں جمع هوئے هيں ' جسکي تقديس سب سے بالاتر ' اور جسکي عظمت کے آگے دنيا کي هر بڑي سے بڑي قوت بهي هيچ هے - (چيرز) هم ايک ايسے انسان کے غم ميں اشکبار هيں جو ايک فقير بے نوا تها ' جسکو کسي طرحکي دنيوي عزت حاصل نه تهي ' جو نه کبهي بڑے بڑے ايوانوں ميں رها ' اور نه چاندي سونے کے خزانے اپنے وارثوں کيليے اسنے جمع کيے (چيرز) البته اس نے دنيوي شهنشاهوں کي جگـــه چاليس سال تک سلطان علم کي خدمت گذاري کي (چيرز) پس مبارک هے وه اجتماع جو علم اور ارباب علم کيليے هو ' اور مبارک هو تم که آج طاقت ' حکومت ' عزت ' اور دولت کي جگهه ' صرف علم اور اهل علم کي عظمت کيليے جمع هوے هو (چيرز) "

اسکے بعد مقرر نے اصل موضوع پر توجه کي ' اور اپني مشکلات کو ظاهر کيا - انهوں نے کها که " آپ اعلان ميں پڑه چکے هيں ' که ميرا موضوع " مولانا شبلي مرحوم کي حيات علمي و ادبي " هے ' ليکن حيران هوں که ڈيڑه دو گهنٹے کی صحبت کے اندر ايک چهل ساله علمي زندگي کے متعلق آپکو کيا بتلا سکتا هوں ؟ اس قسم کے علمي موضوعوں کيليے بهت کافي وقت کي ضرورت هے - همارے سامنے ايک ايسي زندگي هے جو يکسر تصنيف و تاليف ميں بسر هوئي ' اور جسکي تصنيف و تاليف کا ميدان نهايت وسيع تها - اگر صرف ايک فن هي کا تذکره هوتا تو اسکے ليے بهي ايک مختصر صحبت کافي نه تهي يهاں تو مختلف علوم کي تصنيفات و مباحث کے مسائل درپيش هيں ' اور جن ميں بعض ايسے علوم بهي هيں جنکا ذوق باهم متضاد و مختلف هے - انهوں نے ايک هي زندگي ميں ايک هي وقت کے اندر تاريخ ' سيرة ' کلام ' فقه ' حديث ' اور ادب و شعر کے متعلق تصنيفات مرتب کي هيں ' اور اسليے همیں بهي ايک هي وقت کے اندر علوم دينيه کے خشک اور مقدس مباحث کے ساتهه عالم حسن و عشق اور ادب و شعر کي گليوں ميں بهي سراغرساني کرني هے - پهر اس سے بهي مشکل تر يه که کسي مصنف کي زندگي پر نقد و بحث کرنے کے ليے خالص علمي بحث کي ضرورت هے - اس نے جن مواضيع پر اپني مصنفات يادگار چهوڑي هيں ' انکے مقاصد اور اطراف و متعلقات کو واضح کرنا چاهيے - پهر ان مقاصد کيليے جو ذخيره متقدمين کا موجود هے ' اسکي حالت کو بکثرت مثاليں ديکر اور اقتباسات پيش کرکے ذهن نشين کرنا چاهيے - اسکے بعد دکهلانا چاهيے که ايک ايسے متفرق ' غير مرتب ' غير منظم ' اور پريشان سامان سے کيونکر ايک کامل و جامع اور مرتب و منظم عمارت طيار کي گئي ؟ اور اجتهاد فکر ' دقت نظر ' وسعت مطالعه ' اور حسن اخذ و استدلال نے کس طرح ان تمام نقصوں کو پورا کرديا جو قلت مواد اور تساهل مصنفين سے پيدا هو گئے تهے ؟

ليکن علاوه قلت وقت کے يه ايک ايسي خشک بحث هوگي جو شايد بعض طبائع پر شاق گذرے -

پهر اس سے بهي مقدم تر امر فن تصنيف و تاليف کا تذکره هے اور اسکے بغير ميري بحث کامل نهيں هوسکتي - تصنيفات کي مختلف قسميں هيں ' اور مجهے بتلانا چاهيے که انکے فرائض و مقاصد کيا کيا هيں ؟ نيز يه که ايک مصنف کے ليے [illegible] دماغي ' حسن مطالعه ' اور وسعت معلومات کيونکر بهم هوسکتے هيں ' اور همارے نقيد علم و فن کا ان ضروري ارکان ثلاثۂ تصنيف ميں کيا حال تها ؟

ايسي حالت ميں آپ سمجهه سکتے هيں که اس موضوع کو قلت وقت نے کسقدر مشکل کرديا هے ؟ تا هم مجهے کچهه نه کچهه کهنا هے اور اسي موضوع پر کهنا هے - ميں مختصر اشارات سے کام لونگا ' اور کوشش کرونگا که اس علمي زندگي ميں جو عبرتيں اور بصيرتيں خواستگاران علم و بزرگي کيليے پوشيده هيں ' انهيں اپنے سفر بيان کے هر قدم پر نماياں کروں - کيونکه ان تمام مذاکرات و بيانات کا مقصد اصلي يهي هے : لقد کان في قصصهم عبرة لاولی الالباب "

اسکے بعد انھوں نے مختصر طور پر تصنیفات کي بلحاظ موضوع و مقاصد چند قسمیں بیان کیں' اور سب سے پہلے مولانا مرحوم کی تاریخي تصنیفات کو بحث کیلیے منتخب کیا -

اس سلسلے میں انھوں نے سب سے پہلے اسلام کے تاریخي ذخیرہ کي ایک مختصر تاریخ بیان کي - انھوں نے کہا کہ " اگرچه اسلام کي تدوین تاریخ کے مختلف دور ھیں' مگر میں تسهیل بیان و اختصار مطلب کي غرض سے انھیں صرف دو بڑي قسموں میں تقسیم کردیتا ھوں' یعنی قدماء مورخین کا دور جو سنه ۶۰ سے شروع ھوتا ھے' جبکه بروایۃ ابن الندیم بعض روایات غزوات قلمبند کي گئیں' اور متاخرین مورخین کا دور جنھوں نے چوتھي صدي کے بعد نئي ترتیبات و مقاصد سے تاریخیں مدون کیں "

اسکے بعد انھوں نے قدماء کي خصوصیات تحریر و تدوین کو بیان کیا' اور دیر تک اسکي تفصیل مثالوں کو پیش کرکے ذھن نشیں کرتے رھے - مثلاً انھوں نے کہا کہ " سادگي بیان' سلسلۂ روایت' صحت نقل' عدم تاثر موثرات سیاسیۂ و دینیه' اور تمام اجزاے ضروریۂ واقعه نگاري کے لحاظ سے ھمارا اصلي ذخیرہ (مثل تمام علوم اسلامیه کے) صرف متقدمین ھي کا ھے - لیکن افسوس که یھي دولت اصلي ضایع ھوچکي ھے' اور مستشرقین یورپ علی الخصوص علم پرستان جرمني کي بدولت جو چند کتابیں میسر آگئي ھیں' وہ ھماري ضرورتوں کیلیے کافي نہیں ھیں - سب سے قدیم تر کتاب طبقات " ابن سعد " ھے جو صحابۂ کرام کا تذکرہ ھے' اور گذشته آٹھه سال کے اندر مستشرقین جرمن کي مساعي حسنه سے شایع ھوا ھے - اسکے بعد ابن قتیبه' ابو حنیفه' طبري' ابن الندیم' بلاذري' یعقوبي' اور ابن ھشام ھیں' اور تمام متاخرین تقریباً انھي کتابوں سے مواد اخذ کرتے ھیں "

پھر انھوں نے متاخرین کا ذکر کیا اور کہا : " مواد تاریخ کیلیے تقریباً یه تمام ذخیرہ بیکار ھے - کیونکه اول تو کوئي نئي شہادت نہیں' پھر ترتیب و تنظیم اور جزئیات تاریخ کے لحاظ سے بھي کچھه مفید نہیں " انھوں نے ابن خلدون کے مقدمه' مقریزي کي تاریخ مصر' اور اندلس کے مورخین کو اس عام تنزل تاریخي سے مستثنی کردیا' اور محي الدین مراکشي' ابن رزار غرناطي' اور مقري کي بہت تعریف کي " جنھوں نے قرون مدیدۂ اندلس کے متعلق بہترین مواد تاریخي جمع کیا' اور مذاق تصنیف کے تنزل اور تدوین علوم کي اس بد مذاقي سے محفوظ رھنے میں کامیاب ھوے جو تمام مشرق پر طاري تھا "

سلسلۂ بیان میں انھوں نے تاریخ مصنفات اسلامیۂ و عربیه کے متعلق جا بجا نہایت مفید اور دقیق اشارات کیے جو افسوس ھے که اردو مختصر نویسي کے رائج نہونے کي وجه سے قلمبند نہیں کیے جا سکتے - مثلاً انھوں نے طرز تصنیف' طریق ترتیب' تنظیم مطالب' تقسیم ابواب و فصول' تبویب عناوین و مواضیع' اور حسن ضبط و تسلسل بیان کے لحاظ سے بھي قدماء مصنفین کو متاخرین پر ترجیح دي' اور کہا کہ " تمام دنیا میں علوم و تمدن کي ترویج و ترقي کے ساتھه اقوام متمدنه کے علمي ذخیرہ میں بھي نئي نئي خوبیاں پیدا ھوئی ھیں' مگر تاریخ اسلام کا حال اس لحاظ سے نہایت عجیب اور بالکل برعکس ھے - یہاں مذھب' علم' اخلاق' اور سیاست' سب کي خوبیاں قدماء کے حصے میں آئیں' اور جسقدر زمانه گذرتا گیا' ترقي کی جگهه ھر شے میں انحطاط ھوتا گیا - حتی که آجکل کے ترقي یافته فن تصنیف کے لحاظ سے بھي تمام خوبیاں قدماء اھل اســلام ھي کے یہاں مل سکتي ھیں "

اسي سلسلے میں انھوں نے ایک نئي بات کہي جسپر ممکن ھے که عام طور پر تعجب کیا جاے -

جب وہ سلسلۂ بیان میں فن تدوین علوم کے متعلق قدماء کے حالات بیان کرنے لگے' تو انھوں نے اپنا خیال ظاھر کیا که " نه صرف عظمت موضوع و تقدس مضمون کے لحاظ سے' بلکه طرز تصنیف و ترتیب' ضبط مطالب' اور حسن تقسیم و تنظیم کے لحاظ سے بھي تمام تاریخ اسلام میں بہترین کتاب "صحیح بخاري" لکھي گئي ھے' اور کوئي اسلامي تصنیف اس تک نہیں پہنچ سکتي - امام بخاري کے بعد بقیه اصحاب صحاح و جامعین سنن و معاجم و مسانید نے نئے نئے اسلوب مطالب پیدا کیے" مگر کوئي کتاب صحیح بخاري تک نه پہنچ سکي' اور یه میں محض فن حدیث کي قدیم خوش اعتقادیوں کي بنا پر نہیں کہه رھا ھوں' بلکه یقین کیجیے که اس فن تصنیف کو پیش نظر رکھکے جو ترقي یافته علمي زبانوں میں آج پایا جاتا ھے' میں نے علي وجه البصیرۃ یه راے قائم کي ھے"

اسکے بعد انھوں نے مثالیں دیکر واضح کیا که اس تمام ذخیرہ کا کیا حال ھے ؟ متقدمین کي تصنیفات ناپید' اور متاخرین کا ذخیرہ غیر مفید :

" پھر یه حال بھي صرف مواد تاریخ و واقعات کے لحاظ سے ھے - طرز تصنیف و ترتیب و تفحص جزئیات و علل کي راھیں تو تقریباً بالکل مسدود ھیں - آجکل کے مصنف کے فرایض پچھلے مصنفین سے بالکل مختلف ھوگئے ھیں' اور اسکا کام بہت مشکل ھے - اب محض سلسلۂ سنین و اعصار سے واقعات غیر مربوط و غیر معلل کو جمع کردینا کسي مکمل تاریخ کا نام حاصل نہیں کرسکتا - فلسفۂ تاریخ کي وہ راہ جسے ابن خلدون نے پیدا کیا مگر ھمیں اسپر نه چلا سکا' اور جسے اب یورپ نے اپنا طریقۂ کار قرار دیا ھے' ھمارے سامنے ھے' اور ھمیں اسی پر چلنا چاھیے - غور کیجیے که اس لحاظ سے موجودہ زمانے کے ایک مورخ کے کیا فرائض ھیں ؟ "

اسکے بعد انھوں نے ان فرائض کي تشریح کي' اور پھر مثالیں دیکر بتلایا که " قدماء کے غیر مکمل اور متاخرین کے غیر مفید ذخیرہ سے ایک ایسي تاریخ کا مرتب کرنا کسقدر مشکل کام ھوگیا ھے - آجکل کي تاریخوں اور سیرتوں کے جو ضروري ابواب ھیں' ان میں سے ایک باب کیلیے بھي ھمیں مکمل ذخیرہ نہیں ملسکتا یه کمي اب صرف اجتہاد فکر' سلامتي ذوق' اعتدال راے' قوۃ استدلال و استنباط' اور بہت زیادہ وسعت مطالعه و نظر ھي سے دور ھوسکتي ھے - ھماري بہت سي قیمتي معلومات ھیں جنکو کوئي با قاعدہ جگه نہیں ملي ھے' مگر وہ کہیں نه کہیں پریشان اور آوارہ گرد ضرور موجود ھیں - اسقدر وسیع نظر ھوني چاھیے که صدھا غیر متعلق کتابوں سے آپ اپنے موضوع کا مواد حاصل کرسکیں - بہت ممکن ھے که جو تاریخي واقعه تاریخ ابن اثیر میں آپکو ملنا چاھیے تھا' وہ خوارزمي کے کسي خط میں آپ کو ملجاے اگرچه وہ ادب کي کتاب ھے - ھوسکتا ھے که آپ کسي اھم واقعه کي تفصیل کیلیے تمام تاریخوں کي ورق گرداني کرچکے ھوں اور ناکام رھے ھوں' لیکن وہ ایک کتاب حدیث کي شرح میں ملجاے' جہاں ضمناً اسکا کچھه تذکرہ آگیا ھے !

آپ ایک عمارت بنا رھے ھیں' مگر اسکا مصالحه صدھا میلوں کے رقبه میں پھیلا ھوا ھے' اور ایسے ایسے گوشوں میں پوشیدہ ھے جنکا وھم و گمان بھي نہیں ھوسکتا - پس بہت ھي وسیع تلاش و تفحص کي ضرورت ھے' اور صرف ایک فن ھي کي نہیں' بلکه واقفیت عامه کي - ارباب کار سمجھه سکتے ھیں که یه کسقدر مشکل کام ھے ؟"

اسي سلسلے میں مطالعه کا ذکر آگیا' اور طالبان علم کیلیے نہایت مفید نکات اونھوں نے بیان کیے - مثلاً اونھوں نے کہا که " محض کثرت مطالعه ھي مفید نہیں ھے بلکه اصل شے "حسن مطالعه" و " قوت اخذ و نظر " ھے - بہت سي کتابوں کو پڑھکر بھي ایک شخص جاھل رھسکتا ھے - جب اخذ مطالب و تفحص نوادر کي قوت دماغ میں پیدا ھوجاتي ھے' تو پھر اسکي ضرورت نہیں ھوتي که ھر کتاب کو اول سے لیکر آخر تک پڑھا جاے' اور اسکے تمام کار آمد مطالب کے نوٹس لکھ جائیں - بڑے مصنفین نے کبھي

بھی باقاعدہ مطالعہ نہیں کیا ہے، وہ ایک بڑی سے بڑی کتاب کو اٹھا لیتے ہیں اور محض ایک سرسری نظر ڈالکے اور ادھر اودھر سے دیکھکے بہترین معلومات حاصل کر لیتے ہیں - انکی نظروں کو کام کی باتوں سے کچھہ ایسی مقناطیسیت ہو جاتی ہے کہ وہ جب صفحوں پر پڑتی ہیں تو صرف کام کی باتوں ہی پر پڑتی ہیں، اور انکے بیکار اطراف کو اسطرح چھوڑ دیتی ہیں گویا انکے غیر مفید ہونے کی نسبت وہ پہلے سے فیصلہ کرچکی ہیں! - اس حقیقت کی صرف وہی لوگ تصدیق کرسکتے ہیں جنپر یہ فیضان علم کھل چکا ہے، کیونکہ یہ بحث و استدلال کا مسئلہ نہیں ہے - زیادہ تر ذوق و کیفیت کا سوال ہے" -

درمیان میں لکچرر نے اور بہت سے نکات مطالعہ اور فن تصنیف و تالیف کے متعلق بیان کیے، پھر مولانا شبلی مرحوم کی بعض تصنیفات کو مثال کیلیے چنکر اپنے تمام گذشتہ بیانات کو منطبق کیا، اور دکھلایا کہ انھوں نے اسلامی تاریخ کی تدوین و تہذیب کے ان مشکل ترین مراحل کو کہانتک کامیابی کے ساتھہ طے کیا، اور پرانے مصالحہ سے کیسی باقاعدہ اور منظم عمارتیں کھڑی کیں؟

اسی سلسلہ میں انھوں نے طریق استدلال، تعلیل واقعات، توجیہ امور، اور ترتیب و انطباق حوادث پر بھی بحث کی -

پھر فرمایا کہ "مختلف فنون کے مطالعہ کا ذکر آگیا ہے، اور میں بتلانا چاہتا ہوں کہ ہمارے فقید ملت کی ایک خصوصیت "جامعیت ذوق" بھی تھی"

اونھوں نے کہا کہ "اس تعلیم یافتہ مجمع میں جو میرے سامنے ہے، یہ کہنا مزید تفصیل کا محتاج نہوگا کہ ایک ہی وقت میں مختلف علوم کا مطالعہ اور ذوق پیدا کرنا ایک ایسی خصوصیت ہے جو ہمیشہ اور ہر علمی عہد میں کمیاب رہی ہے - علی الخصوص ایسی چیزوں کا ایک ہی وقت میں ذوق صحیح پیدا کرنا جو باہم متضاد سمجھی جاتی ہوں - ایک دماغ ایک ہی وقت میں فلسفہ اور شاعری کا مطالعہ نہیں کرسکتا، اور بہت مشکل ہے کہ ایک شخص تاریخ کے ساتھہ ادب اور کلام کا بھی مطالعہ جاری رکھے - قدماء اہل اسلام میں بھی جامعیت کی مثالیں زیادہ نہیں ملینگی - حضرت امام غزالی کی احیاء علوم الدین جس درجہ کی کتاب ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں - تصوف و اخلاق، معارف شریعت، اور علوم اسرار الدین میں حجۃ اللہ البالغہ کو مستثنی کردینے کے بعد اور کوئی کتاب اسکے سامنے نہیں لائی جاسکتی - مگر ساتھہ ہی فن حدیث کے متعلق اسقدر بے احتیاط کتاب ہے کہ اکثر صوفیوں اور حکماء الاہیین کے اقوال کو حدیث قرار دیدیا ہے، اور اسرائیلیات سے تو اسکے متعدد ابواب مملوء ہیں - چنانچہ امام حجۃ الاسلام علامہ ابن تیمیہ کو کہنا پڑا کہ "کلامہ فی الاحیاء غالبہ جید، لاکن فیہ اربع مواد فاسدۃ: مادۃ فلسفیۃ و مادۃ کلامیۃ و مادۃ الاحادیث الموضوعہ" الخ

لیکن اس سے امام غزالی کے جلالۃ مرتبۃ پر کوئی اثر نہیں پڑتا، کیونکہ وہ متکلم، حکیم، فقیہ، اور صوفی تھے، نہ کہ محدث و ناقد حدیث - ولکل فن رجال -

لیکن مولانا شبلی مرحوم کو اگر ہم ایک ہی وقت کے اندر مختلف علوم کے مطالعہ میں منہمک پاتے ہیں، تو اسکی قدر شناسی سے انکار نہیں کرنا چاہیے - انھوں نے ایک ہی زندگی میں متعدد زندگیوں کے کام انجام دیے - انکی تصنیفات انکے تعدد مذاق و تنوع مطالعہ کی شہادت دیتے ہیں - وہ ایک ہی وقت میں مورخ خلفاء، مورخ ملوک، مورخ علوم، اور پھر ادیب، انشا پرداز، اور شاعر تھے - جارہا تم نے دیکھا ہوگا کہ تاریخ و کلام کی علمی صحبتوں سے اٹھکر حسن و عشق کی شاعرانہ بزموں میں نغمہ طراز ہیں، اور ادب و شعر کی مجلسیں ان کی دقیقہ سنجیوں سے رونق پا رہی ہیں!"

(باقی آیندہ)

بصائر و حکم

فلسفۂ اجتماع

اور جنگ

(۱)

دنیا اور دنیا کی دلچسپیاں نہایت مختلف ہیں - ایک شخص فلسفہ سے دلچسپی رکھتا ہے، دوسرا شعر و سخن سے - ایک شخص حسن شوخ پر جان دیتا ہے، دوسرا سادہ اداؤں پر - ایک شخص مسجد میں شب بیداری کرتا ہے، دوسرا کسی نتخانے میں - ایک شخص شہر کی تنگ گلیوں میں ذوق نظارہ کو پورا کرتا ہے، دوسرا کھلے ہوے میدانوں میں - غرض دنیا کے اسی اختلاف مذاق نے ہر چیز کو باکار اور محبوب و مرغوب بنا دیا ہے - اور اسکے دسترخوان کی کوئی غذا بیکار نہیں -

لیکن دنیا کی تمام چیزوں میں صرف جنگ ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے ہر شخص یکساں دلچسپی رکھتا ہے - زاہدان شب گذار بھی واقعات جنگ کو اوسی ذوق و شوق سے سنتے ہیں، جس طرح ایک ماہر سیاست میدان جنگ کی خبروں پر کان لگاے رکھتا ہے - ہیگ کانفرنس کا حال کتنے لوگوں کو معلوم ہے جو "صلح" اور "امن" کیلیے قائم ہوئی تھی؟ لیکن موجودہ جنگ کے واقعات بچے بچے کی زبان پر ہیں اور کوئی فرد بشر نہیں جسے اسکی خونین سرگذشتیں معلوم نہوں!

پس زمانۂ "جنگ" میں تمام دنیا متحد المذاق اور متحد الخیال ہوکر ایک نئی "جماعت" بن جاتی ہے - زمانۂ جنگ میں دنیا ایک انجمن ہوتی ہے، جس میں صرف جنگ ہی کے واقعات بار بار دوہراے جاتے ہیں - تمام انجمنوں کے چراغ بجھہ جاتے ہیں، صرف لڑائی کی آگ دنیا کی اس مشترک انجمن کیلیے شمع ہوتی ہے - "جماعت" کے متعلق تم کو معلوم ہے کہ اسکے اعمال کسی ترتیب عقلی کے پابند نہیں ہوتے - جماعت صرف جذبات کی مخلوق ہے - اسلیے یہ "کائنات منفعلۂ جنگ" نہایت زود اعتقاد، سریع الانفعال، اور یکسر خیال پرست ہوتی ہے - جنگ کے ساتھہ ہی سریان خیال کی ایک برقی رو تمام دنیا میں دوڑ جاتی ہے - ایک بات جہاں کسی زبان سے نکلی، تمام دنیا اوسکا کلمہ پڑھنے لگتی ہے -

قواے عقلیہ بالکل بیکار ہو جاتے ہیں، دنیا پر صرف قوت غیر شاعرہ حکومت کرتی ہے، ہر بات نہایت آسانی سے قبول کرلی جاتی ہے، درایت کا تمام دفتر پارینہ الٹ دیا جاتا ہے، مبالغہ ہر واقعہ کا جزو لازمی ہوجاتا ہے، ہر واقعہ کی اصلی صورت مسخ کردی جاتی ہے، دوست و دشمن میں کوئی تفریق نہیں کی جاتی - آج ایک فریق کی فتح پر اظہار مسرت کیا جاتا ہے، تو کل دوسرے فریق کی شجاعت کی داد دی جاتی ہے - ایک جہاز پورے بیڑے کی طاقت حاصل کرلیتا ہے - ایک سپاہی ہزاروں افراد سے زیادہ قوی تسلیم کرلیا جاتا ہے - لوگ اوس سے اوسی قدر مرعوب ہوجاتے ہیں، جس قدر ایک عظیم الشان بحری طاقت اور ایک کثیر التعداد مجموعۂ افواج سے مرعوب ہوسکتے تھے -

ساتھہ هي جماعت پر جو موثرات فرداً فرداً اثر ڈالتے تے' وہ اب مجموعي طور پر منظر عام پر آجاتے هيں۔ دنیا کا سویا هوا نفوذ و اقتدار دفعتاً بیدار هوجاتا هے - جنرل ' سپہ سالار ' فوج ' سلاطین اپني زرق برق وردیوں کے ذریعہ اپنے ذاتي اقتدار کا مجموعي اثر ڈالتے هيں ' مذهب و وطنیت کا جوش تازہ کیا جاتا هے ' مقرروں کي تقریریں میدان جنگ سے لیکر ایوان سلطنت تک میں آگ لگاتي رهتي هيں' تجارب قدیمہ کا بار بار اعادہ کیا جاتا هے' کہا جاتا هے کہ یہ قوم هماري پراني دشمن هے ' همارے تہذیب و تمدن کو اس نے سینکڑوں بار برباد کردیا هے' بائیسکوپ میں فوجي نقل و حرکت کے تماشے دکھائے جاتے هيں - قلعے فتح کیے جاتے هيں' گرجوں میں آگ لگائي جاتي هے ' دارالعلوم اور کتب خانے لوٹ لیے جاتے هيں' قوم دیکھتي هے کہ همارے علوم و فنون کا ' هماري دولت و ثروت کا ' هماري گذشتہ مجد و عظمت کا' سرمایۂ کہن دفعتاً برباد هوا جاتا هے - قوم زخمیوں کا چہرہ نہیں دیکھتي' اونکے چہرے کا زخم دیکھتي هے - تلوار کي چمک ' توپ کي گرج ' کمان کي چرچراهٹ ' گھوڑوں کي هنہناهٹ ' جنگي جہازوں کے مستول ' لہراتے هوے پرچم ' رنگیں جھنڈے ' اور ان سب کا مجموعي ساحرانہ اثر' دنیا کے دفتر حواس کا شیرازہ درهم برهم کردیتا هے - حقیقت صورت کے پردے میں چھپ جاتي هے ' تکرار و اعادہ جسکا جماعت پر سب سے زیادہ اثر پڑتا تھا' ایک عام چیز هوجاتي هے - هر شخص خواهش کرتا هے کہ باتوں کو دهراؤ ' واقعات کا اعادہ کرو' ایک هي خبر کو بار بار اغراق و شاعري کا اضافہ کر کرکے سناتے رهو!

ایک هي خبر مختلف اخباروں میں بار بار شائع هوتي هے ' اور دنیا اوسکو مختلف زبانوں سے سنتي هے - سریان خیال کا معنوي اثر عام هوجاتا هے ' اور پریس کي مادي طاقت اوس میں اور بھي بال و پر لگا دیتي هے -

پس زمانۂ جنگ میں دنیا جماعت کا ایک مشترک جوڑ بن جاتي هے ' اور جماعت کے تمام موثرات نیچے سے ' اوپر سے ' اندر سے ' باهر سے ' مشرق سے ' مغرب سے ' جنوب سے ' شمال سے ' غرض هر طرف سے اپني پوري طاقت کے ساتھہ عمل کرنے لگتے هيں - اسلیے تمام دنیا اندهي هوجاتي هے ' خیرہ سر هوجاتي هے ' بیراهہ رو هوجاتي هے - افلاطون اپنے رواق میں افلاطون تھا ' مگر ان موثرات کے هجوم میں وہ بھي مثل اوروں کے ایک انسان هے - فلسفہ یہاں کیا کام دیسکتا هے؟ وہ بھي اسي آب مدهوشي کا ایک گھونٹ پیکر عام حالت میں مدغم هوجاتا هے !!

اس عالم میں دنیا واقعات کو مسخ کردیتي هے ' رات کو خواب میں هوائي جہاز اڑتا هوا دیکھتي هے - تناقض واقعہ بن جاتا هے' تمام متناقض واقعات کو وہ قبول کرلیتي هے ' " التوحید في التثلیث و التثلیث في التوحید " کي حقیقت اوسکے لیے اوتني هي نا قابل انکار هوجاتي هے' جتنا فلسفہ ' تناقض و تضاد کے استحالہ کو بدیهي اور نا قابل انکار قرار دیتا تھا !

پس زمانۂ جنگ میں دنیا ایک ظلمت کدہ بن جاتي هے ' جس میں تلوار کي چمک کے سوا دوسري روشني نظر نہیں آتي ' اور اسي برق عالم سوز کي چمک نے دنیا کو اندها کر دیا هے !

(نامہ نگاران جنگ اور فلسفۂ اجتماع)

اب بیسویں صدي میں نامہ نگاران جنگ [illegible] شروع کي هے ' لیکن همکو اونکے فن روایت کا بھي نقد [illegible] اور انکي روایت کي حقیقت پر فلسفۂ اجتماع کي روشني [illegible] نظر ڈالني چاهیے - بہت کم لوگ هونگے جنہوں نے اس حیثیت [illegible] اس موضوع کا [illegible]

زمانۂ جنگ میں دنیا ایک نئي جماعت بن جاتي هے ' اور اسکے تمام افراد کے معتقدات و خیالات ' بلکہ کان ' آنکھہ ' هاتھہ ' پاؤں ' سب ایک هو جاتے هيں - نامہ نگاران جنگ بھي اسي دنیا میں رهتے هيں ' اسلیے وہ بھي اسي نئي متحدہ جماعت کا ایک جزو هوتے هيں - کہیں باهر سے نہیں آتے - دنیا پر جن چیزوں کا اثر پڑ سکتا هے ' وهي اون پر بھي پڑتا هے - بلکہ میدان جنگ کے مناظر خونیں اور انکا دائمي مطالعہ اون پر جنگ کا سب سے زیادہ اثر ڈالتا هے -

اگر دنیا اندهي هے تو وہ بھي اندهے هيں ' اگر دنیا بہري هے تو وہ بھي بہرے هيں - اسلیے وہ جو کچھہ دیکھتے هيں ' اور جو کچھہ سنتے هيں' وہ بھي اوتنا هي مشتبہ ' قابل جرح' اور غلط آمیز هوتا هے - جتنا خود همارے مشاهدات و مرئیات - و لیس المسئول با علم من السائل ؟

پھر یہ کیسي عجیب بات هے کہ جب دنیا اندهي هوتي هے تو اندهوں سے بینائي مانگتي هے ؟ جب وہ بہري هوجاتي هے تو بہروں سے سامعہ طلب کرتي هے ؟ جب محروم العقل هو جاتي هے تو اپنے هي جیسے محروم العقل هستیوں سے عقل و دانائي کا سوال کرتي هے ؟ جنگ کا جو عالمگیر اجتماعي اثر جماعت کے حواس و امیال پر پڑتا هے ' اس سے نامہ نگاروں اور مورخین عصر کو کیوں مستثنی سمجھہ لیا جاے ؟ وہ بھي اسي جماعت کے افراد هيں جو جنگ کے جماعتي هیجان و انفجار جذبات کے سوا اور سب کچھہ کھوچکي هے' اور عقل و استدلال و مشاهدات عقلیہ سے یکقلم محروم هے - وہ نہ تو آسمان سے اترے' اور نہ زمین هي شق هوئي تاکہ نامہ نگاروں کي ایک صف اسکے اندر سے ابھرتي - وہ جماعت هي کي اندهي نظر ' جماعت هي کے بہرے کان ' جماعت هي کے محروم العقل دماغ کو ساتھہ لیکر اس گوہ فراموشي کے عین دامنوں میں چلے گئے ' جسکا ساحرانہ اثر هزارها میلوں اور فرسخوں کے فاصلے سے تمام دنیا کو مسحور بیکر رها تھا - پس جس سمندر کي لہریں دور کي بستیوں کو پیغام هلاکت دے رهي تھیں ' وہ عین اسکے اندر ڈوب گئے ' جس آتش فشاں پہاڑ کي باران سنگي دور دور کي آبادیوں کیلیے بارش هلاکت تھي ' وہ عین اسکے کناروں میں جاکر کھڑے هوگئے - اب وہ صرف اوروں جیسے ایک معطل دماغ هيں ' بلکہ اوروں سے زیادہ کھوے هوے ' اوروں سے زیادہ گم کردہ ' اوروں سے زیادہ عقل فراموش ' اوروں سے زیادہ مدهوش و حواس فروش !

کہا جاتا هے کہ اونکي خبریں یقیني مشاهدات کا نتیجہ هوتي هيں ' لیکن اوپر کي مثالوں اور عام بیانات سے ثابت هوچکا هے کہ جماعت کا مشاهدہ بالکل غلط هوتا هے ' اور وہ بھي اسي جماعت کے زیادہ غلط بین افراد هيں -

نامہ نگاران جنگ کو جو خصوصیت تمام دنیا سے ممتاز کرتي هے وہ یہ هے کہ وہ ایک مخصوص جماعت هيں جنکو عیني گواهوں کي جماعت کہنا چاهیے ' اسلیے همکو گواهوں کي خصوصیات نقد [illegible] پر بحث کرنا چاهیے' تاکہ انکي قوۃ شہادت واضح هوسکے -

شہادت کیلیے عموماً تعلیم یافتہ اور روشن خیال لوگ منتخب کیے جاتے هيں ' لیکن جماعت تو عقل سے خالي هوتي هے ' اسلیے اگرچہ وہ لوگ شخصي حالتوں میں بہت بڑے دانا و هوشمند تھے ' لیکن جماعت میں داخل هوکر اونہوں نے بھي اپنے قواے عقلیہ کو بالکل کھو دیا هے' اور اونکي حیثیت ایک عام فرد کي سي هوگئي هے -

---

عقل ایک روشني هے ' لیکن روشني هر جگہہ کام نہیں دیتي - سورج کو هر شخص یکساں طور پر دیکھتا هے ' لیکن یکساں طور پر اسکي روشني سے کام نہیں لیا جاتا - اسلیے شاهد کتنا هي بڑا

فلسفي ہو' - لیکن جب وہ کسی عام واقعہ کے متعلق شہادت د... ' تو اوسکي حیثیت ایک مزدور کے علم و یقین سے زیادہ نہ ہوگي - جس آنکھہ اور کان سے ایک مزدور اوس واقعہ کو دیکھتا ہے اور سنتا ہے' اوسي کان سے سنکر' اوسي آنکھہ سے دیکھہ کر' ارسطو بھي شہادت کے کٹھرے میں کھڑا ہوگا - اگر وہ حالت شہادت میں عقلي اصول پر واقعات کا نقد کریگا' تو جج اِسے اپنے فرائض کي توہین سمجھے گا اور سپاہي کو حکم دیگا کہ ارسطو کو توہین عدالت کي پاداش میں سزا دے !

سنہ ۱۸۴۸ ع میں فرانس کے عام سیاسي معاملات میں شہادت لینے کیلیے مخصوص لوگ منتخب کیے جاتے تھے - مدرسین' اہل منصب' مصنف' اور انشا پردازوں کي شہادتوں سے عام ملکي مسائل کا فیصلہ کیا جاتا تھا - لیکن اب تاجر' زمیندار' معمولي ملازمین' اور حرفت پیشہ لوگوں کي شہادت لي جاتي ہے - جب شہادتوں کا مقابلہ کیا گیا تو دنیا نے حیرت سے دیکھا کہ نتائج میں کوئي فرق نہیں - چنانچہ بڑے بڑے ججوں نے اسکا اعتراف کیا ہے - ایک جج اپنے یاد داشت میں لکھتا ہے :

" اب شاہدوں کے انتخاب کا حق میونسپلٹي کو حاصل ہوگیا ہے' اور میونسپلٹي ہي سیاسي اغراض کے لحاظ سے ایک شہادت کو رد اور دوسرے کو قبول کرتي ہے - میونسپلٹي کے تعلق سے معمولي درجہ کے تاجروں کي شہادت قبول کي جاتي ہے' حالانکہ اس سے پہلے بڑے بڑے عہدہ دار شاہد بنائے جاتے تھے - لیکن گواہوں کي حالت میں اس سے کوئي محسوس فرق پیدا نہیں ہوا - نتائج جیسے پہلے تھے' ویسے ہي اب ہیں' اسکي وجہ یہ ہے کہ ججمنٹ تمام پیشوں کا عطر اور خلاصہ ہے - جو تعلیم یافتہ جماعت شہادت کے کٹھرے میں کھڑي ہوتي ہے' اوسکو اجتہاداً عام پیشہ ور لوگوں کے تجارب کي طرف رجوع کرنا پڑتا ہے - اسلیے نتیجہ وہي ہوتا ہے جو دوسري صورت میں تھا - روایت کے لحاظ سے ادنی درجہ کے لوگوں میں بھي ثقات کي کمي نہیں' اسلیے بصارت کے معاملات میں ہر شخص جج کو یکساں نتیجہ پر پہونچا سکتا ہے "

شاہدوں پر بھي واقعات خارجیہ کا اوسي طرح اثر پڑتا ہے' جسطرح ایک عامي پر پڑتا ہے - ایک جج کہتا ہے :

" ایک شگفتہ رو عورت مسکرا کر گواہوں کي سراسیمگي کو اپنا فریفتہ بنا لے سکتي ہے "

ایک بیرسٹر کا قول ہے :

" ایک' دودھہ پلانے والي عورت' اور چند غریب یتیم بچوں کي مصیبت' گواہوں سے بلا تامل جھوٹ بلوا سکتي ہے "

اگر ایک شخص کوئي پولیٹکل یا تمدني جرم کرتا ہے' اور گواہ سمجھتا ہے کہ ملک و قوم پر اسکا عام اثر ہوگا' تو وہ اوسکے خلاف نہایت بیدردانہ شہادت دیگا - لیکن اگر ایک شخص کسي لڑکي کو بھگا لیگیا ہے' تو شاہد کي شہادت میں بیرحمي کي وہ جھلک نظر نہ آئیگي - کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اس جرم کا کوئي عام قومي اور پبلک اثر نہیں پڑیگا -

گواہ اکثر نفوذ و اقتدار سے بھي متاثر ہوجاتے ہیں - ایک دولت مند' خطاب یافتہ' اور مشہور آدمي کے خلاف اگر کسي تعلیم یافتہ شخص کو شہادت دیني ہو' تو اوسکي حالت اوس سے بالکل مختلف ہوگي' جب وہ چور کے خلاف شہادت دیگا - ایک بیرسٹر کہتا ہے :-

" وکلاء کو چاہیے کہ گواہوں کے حرکات و اشارات کو بار بار دیکھیں - جسطرح ایک عام آدمي سے خطاب کیا جاتا ہے' ٹھیک اوسي طرح اوس سے بھي خطاب کرنا چاہیے - شاہد پر جو خارجي اثر پڑ رہا ہے' اوس سے پورا فائدہ اوٹھانا چاہیے "

اُسوۂ حسنہ

کائناتِ خلقت

یا

تاریخ " امۃ مسلمۃ "

ما طفل کم سواد و سبق قصہ ہاے دوست
صد بار خواندہ و دگر از سر گرفتہ ایم

(۴)

(۵) سورۂ انعام کي آیۃ کریمہ کا پہلا ٹکڑہ آپ پڑھ چکے ہیں لیکن اسکے بقیہ حصہ سے بھي اس حقیقت پر روشني پڑتي ہے :

و وھبنا لہ اسحاق	اور ابراہیم کو ہم نے اسحاق و یعقوب کي
و یعقوب کلاً ھدینا'	نسل بخشي' اور نوح بھي جنکو انسے
و نوحا ھدینا من	پہلے ہم نے راہ دعوۃ حق دکھلائي تھي
قبل' و من ذریتہ	ایسي ہي ایک نسل حق کي بخشش
داؤد و سلیمان و ایوب	سے ممتاز ہوے تھے' اور انکي ذریت میں
و یوسف و موسی	سے داؤد' سلیمان' ایوب' یوسف' موسی
و ھارون' و کذالک	اور ہارون کو ہم نے پیدا کیا' جو اقوام
نجزی المحسنین - و	و امم کي ہدایت کا وسیلہ بنے - یہ بہت
زکریا و یحیی و عیسی	ہي بڑي فضیلت ہے' اور جو صاحبان احسان
و الیاس' کل من	ہیں' انکو اسي طرح خدا تعالی جزاء خیر
الصالحین -	دیتا ہے - نیز زکریا' یحیی' عیسی' اور
و اسماعیل و الیسع	الیاس کہ یہ سب کے سب صالحین میں
و یونس و لوطا و کلا	سے تھے - اور اسماعیل' الیسع' یونس'
فضلنا علی العالمین -	اور لوط کہ ان سب کو ہم نے تمام جہاں
(۶ :)	میں فضلیت و امتیاز سے سر بلند کیا ! !

سورۂ انعام کي یہ آیۃ اس لحاظ سے نہایت اہم ہے کہ جسطرح ایک مقام پر انبیاء کرام کي ایک بڑي تعداد کا یہاں ذکر کیا گیا ہے' اسطرح اور بہت کم کیا گیا ہے - اس آیۃ نے بغیر کسي پیچیدگي کے بالکل صاف صاف واضح کردیا ہے کہ حضرۃ ابراہیم کي دعوۃ موسسہ تھي' اسکے لیے انبیاء مجددین کا ایک بڑا سلسلہ قائم ہوا'

(پہلے کالم کا بقیہ مضمون)

پس نامہ نگاروں کي جماعت بھي عام افراد کي طرح ہر خبر سے متاثر ہوتي ہے - اگر جرمن قوم کا نامہ نگار ہے تو اوسکو ہمیشہ جرمن جھنڈا ہي بلند نظر آئیگا - جرمني کے مظالم کي داستان کتني ہي درد انگیز ہو' جرمن نامہ نگار اسکي کوئي بہتر تاویل کرلے گا - مگر فرانس کا نامہ نگار اس میں اصلیت سے زیادہ مبالغہ کي رنگ آمیزي کرے گا - غرضکہ دنیا کي قدیم و جدید تاریخ پر اعتبار کرنے کا ہمارے پاس کوئي صحیح ذریعہ نہیں - قدیم عہد ظلمت کو جدید دور برق و کہربائیت نے کچھہ زیادہ روشن نہیں کیا - دنیا جسطرح پہلے تاریک تھي اب بھي ہے -

وہ سب کے سب دعوۃ ابراهیمي هي کے ذیل میں داخل هیں ' کیونکه وہ سب " ذریة ابراهیمي " کي نسبت سے بیان کیے گیے ' اُن تمام انبیاء کرام میں سب سے زیادہ نمایاں اور عظیم الاثر انبیاء چودہ تھے ' جنکے نام بعض پیش نظر مقاصد کے لحاظ سے خاص طور پر لیے گئے هیں -

لیکن قبل اسکے کہ اس آیة کریمه سے هم استدلال کریں ' چند اهم مباحث کا صاف کردینا نہایت ضروري هے ' کیونکه انکي وجه سے اس آیة کا صاف صاف اور ایک هي مطلب خواہ مخواہ کو پیچیدگیوں میں پڑ گیا هے ' اور حضرات مفسرین کرام رحمهم الله تعالی نے مختلف بحثیں اسکے ضمن میں چهیڑ دي هیں -

مرجع ضمیر " ذریة " و حقیقت " ذریة ")

یه بالکل ظاهر هے که اس آیة اور اسکے ماقبل کي آیتوں میں تذکرہ صرف حضرة ابراهیم علیه السلام کے مقامات و درجات هي کا هے (جیسا که گذشته نمبر میں گذر چکا) اور درمیان میں محض ایک ضمني اشارہ حضرة نوح علیه السلام کي جانب بهي کردیا گیا هے ' لیکن چونکه حضرة نوح کے ضمني تذکرہ کے بعد پهر ایک ضمیر آگئي هے ' اسلیے حضرات مفسرین رحمهم الله کے سامنے یه بحث آگئي که اس ضمیر کا مرجع کون هے ؟ حضرة نوح یا حضرة ابراهیم ؟ (علی نبینا و علیهما السلام)

وضاحت مبحث کیلیے آیة کریمه کا وہ ٹکرہ پهر ایک بار پڑه لیجے :

و وهبنا لـــه اسحاق و یعقوب کـلا هدینا ' ونوحا هدینا من قبل ' و من " ذریته " داؤد و سلیمان و ایوب - الخ یعني هم نے ابراهیم کو اسحاق اور یعقوب جیسا فرزند اور پوتا دیا ' اور نوح جنکو انسے پہلے هدایت کي ' اور " انکي " ذریت میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب پیدا هوے - الخ - چونکه حضرة نوح کے ذکر کے بعد هي " و من ذریته " (اور انکي ذریت میں سے) آگیا هے ' اسلیے سوال پیدا هوگیا که یه " اُنکي " کي ضمیر کس کي طرف راجع هے ؟

یه بالکل واضح تها که تذکرہ اصلي حضرة ابراهیم کا هے ' اسلیے اس ضمیر کو بهي انهي کي طرف راجع هونا چاهیے ' لیکن حضرات مفسرین کو اسمیں ایک سخت مشکل نظر آئي - انهوں نے دیکها که یہاں لفظ " ذریة " کا آیا هے اور اسکے بعد متعدد انبیاء کرام کا ذکر کیا گیا هے ' پس اس ضمیر کا مرجع وهي هوگا ' جسکي ذریة اور نسل سے وہ تمام انبیاء متذکرۂ مابعد پیدا هوے هوں - لیکن جن انبیاء کا بعد میں ذکر کیا گیا هے ' اُن میں حضرة لوط اور حضرة یونس علیهما السلام کا بهي نام آیا هے ' اور یه بالکل ظاهر هے که حضرة لوط حضرة ابراهیم کے معاصر تهے - انکي نسل میں سے نه تهے - اسي طرح اُنکے نزدیک حضرة یونس کو بهي نسل ابراهیمي سے تعلق نه تها - پس ضرور هے که " ومن ذریته " کي ضمیر کا مرجع حضرة نوح ' اور ترتیب بیان کے لحاظ سے بهي اسکا قریبي مرجع وهي هیں - چنانچه امام ابن جریر طبري رحمة الله علیه لکهتے هیں :

و الهاء التي في قـولـه : " و مـن ذریتـه " مـن ذکر نـوح ' و ذالـك ان الله ذکر في سیاق الایات التي تتلـو هـذه الا یة ' لوطا ' و معلوم ان لوطا لم یکن من ذریة ابراهیم .... لو ارید بالذریة ذریة ابراهیم لما دخل یونس و لـوط فیهم ' ولا شک أن لوطا لیس من ذریة ابراهیم و لکن من ذریة نوح ' فلذالـک وجب ان تکون الهاء فی " الذریة " من ذکر نوح - (جلد ۷ صفحه : ۱۷۲)

اور ضمیر کي " هاء " جو " ومن ذریته " میں هے ' حضرة نوح کے متعلق هے - اسلیے که الله تعالی نے اس آیة کے سلسلے میں حضرة لوط کا بهي نام لیا هے ' اور یه معلوم هے که حضرة لوط حضرة ابراهیم کي نسل سے نه تهے - ...... اگر قران کا مقصود لفظ " ذریة " سے حضرة ابراهیم کي " ذریة " هوتا ' تو انکي نسل میں حضرة لوط اور حضرة یونس کے ناموں کو کبهي داخل نه کرتا ' اور اسمیں کوئي شک نہیں که حضرة لوط حضرة ابراهیم کي نسل سے نہیں بلکه حضرة نوح کي نسل سے تهے - اس بنا پر ضروري هوا که " ذریته " کي " هاء " کو ذکر حضرة نوح هي میں سے قرار دیا جاے -

اس تفسیر کے مطابق تاویل عبارت یوں هوگي که " و نوحا وفقنا للحق من قبل ابراهیم و اسحاق و یعقوب ' و هدینا ایضاً من ذریة نوح ؛ داؤد و سلیمان " یعني نوح کو هم نے ابراهیم و اسحاق و یعقوب سے قبل راہ ارشاد دکهلائي ' اور نیز نوح کي نسل میں سے داؤد و سلیمان وغیرهم کي بهي هدایت کي -

تاهم چونکه آیة کا موضوع اور سیاق و سباق کي ترتیب صاف صاف ظاهر کرتي تهي که اصل تذکرہ حضرة ابراهیم کا هے نه که حضرة نوح کا ' اسلیے ایک جماعة محققین کي اس طرف بهي گئي که یه ضمیر حضرة ابراهیم هي کی طرف راجع هے ' اور اُنهی کی ذریة کي آگے چلکر مزید تشریح کي هے -

چنانچه امام رازي نے دونوں جماعتوں کے قول نقل کیے هیں ' اور دونوں کو " قیل " کے لفظ سے تعبیر کیا هے ' نیز قائلین ذکر نوح کے دلائل بهي زیادہ تفصیل سے بیان کیے هیں :

قیل المراد و من ذریة نوح و یدل علیه وجوہ (الاول) ان نوحا اقرب المذکورین - (الثاني) ذکر في جملتهم لوطا و هو کان ابن اخ ابراهیم و ما کان من ذریتـه بل کان من ذریة نوح ' وکان رسولاً في زمان ابراهیم (الثالث) ان ولد الانسان لا یقال انه ذریته فعلی هذا اسمـاعیل ما کان من ذریة ابراهیم بل هو من ذریة نـوح (الرابع) قیل ان یونس ما کان من ذریة ابراهیم - و القـول الثاني - ان الضمیـر عائد الی ابراهیم علیه السلام و احتج القائلون بهذا القول بان ابراهیم هو المقصود بالذکر في هذه الایات (ج۳-ص-۷۶)

" کہا گیا هے که مراد اس ضمیر سے ذریة حضرة نوح کي هے اور اسکے لیے متعدد وجوہ هیں :

(۱) اس ضمیر کیلیے سب سے زیادہ قریبي مرجع حضرت نوح هي کا هے -

(۲) من جمله انبیاء ذریة کے حضرة لوط هیں ' اور وہ حضرة ابراهیم کے بهتیجے اور انکے عہد کے ایک رسول تهے ' انکي نسل سے نه تهے -

(۳) کسي آدمي کے بیٹے کو اُسکي نسل نہیں کہینگے - ذریة کا اطلاق اولاد کي اولاد در اولاد پر هوتا هے - پس اس بنا پر حضرة اسماعیل بهي حضرة ابراهیم کي ذریة میں نہوے - ذریة حضرة نـوح کي هوئي ' مگر انکا ذکر بهي اس سلسلے میں آیا هے -

(۴) حضرة یونس کا بهي نام آیا هے اور کہا گیا هے که وہ بهی نسل ابراهیمي سے نه تهے - دوسرا قول اس آیة کي تفسیر میں یه هے که یه ضمیر حضرة ابراهیم هي کي طرف راجع هے - اس تفسیر کے قائلین نے اس دلیل سے حجة پکڑي هے که ان آیات میں اصل مقصود حضرة ابراهیم کا تذکرہ هے - پس ضرور هے که انهي کي نسل کا ذکر جاري رهے "

چنانچه عام متداول تفاسیر مثلا مدارک و خازن وغیرہ میں تم پاؤگے که دونوں قول نقل کردیے هیں ' مگر ترجیح حضرة نوح کے مرجع هونے کو دي هے - اور قدماء میں امام ابن جریر کے علاوہ فراء ' قشیري ' ابن عطیه (رحمهم الله) بهي اسي طرف گئے هیں - قرطبي نے زجاج کا یه قول نقل کیا هے : " کلا القولین جائز لان ذکرهما جمیعا قد جری " (دونوں طرح تفسیر کرنا جائز هے کیونکه دونوں کا وهاں ذکر کیا گیا هے)

اصل یه هے که حضرة لوط اور حضرة یونس کے ناموں کا آ جانا ایک ایسی سخت مشکل سمجهي گئي ' جسکا کوئي عمدہ حل نظر

نہیں آتا تھا - اسلیے تمام متاخرین اس سے متاثر ہوے' اور اس مشکل سے بچنے کیلیے سب نے ضروری سمجھا کہ حضرت نوح ہی کی طرف ضمیر کو لیجائیں - یہاں تک کہ ہمارے جلالین نے تو اختلاف کا ذکر بھی نہیں کیا - بطور ایک مسلم قول کے " ومن ذریته " کی تفسیر " و من ذریة نوح " ہی کر دی !

جن لوگوں نے اس ضمیر کا مرجع حضرة ابراہیم کو قرار دیا ' انہوں نے تذکرۂ حضرة لوط و یونس کی مشکل کا کیا حل کیا ؟ اسکی تفصیل امام رازی نے نہیں کی حالانکہ پہلے قول کے دلائل پوری تفصیل کے ساتھہ جمع کیے ' لیکن تفسیر بالروایة کے امام فن ' اور تمام طبقۂ مفسرین متاخرین میں اکمل و افضل ' حافظ ابوالفداء ابن کثیر (رحمة الله علیه) نے اپنی بے نظیر تفسیر میں انکے دلائل نقل کیے ہیں :

انه دخل في الـذرية تغليباً كما في قوله تعالى : " ام كنتم شهداء اذ حضر يعقوب الموت اذ قال لبنيه : ما تعبدون من بعدي ؟ قالوا : نعبد الهك واله آبائك ابراهيم واسماعيل واسحاق " فاسماعيل عمه و دخل في آبائه تغليباً (بر حاشیۂ فتح البیان جلد ۴ صفحہ ۹۳۰)	حضرة لوط کا ذکر اس سلسلہ میں بطور تغلیب کے آگیا ہے اگرچہ وہ نسل ابراہیمی سے نہ تھے ' جیسا کہ اس آیة میں ہے کہ " جبکہ یعقوب نے اپنے بیٹوں سے پوچھا : میرے بعد تم کس کی پرستش کروگے ؟ تو انہوں نے کہا : ہم تیرے خدا اور تیرے آباؤ اجداد ابراہیم ' اسماعیل ' اور اسحاق کے خداء واحد کی پرستش کرینگے -

یہ ظاہر ہے کہ حضرة اسماعیل حضرة یعقوب کے چچا تھے ' باپ نہ تھے - لیکن اولاد یعقوب نے انکو بھی " آبائك " میں داخل کیا - پس جسطرح یہاں تغلیباً انکا نام لیا گیا ہے ' اسی طرح نسل ابراہیمی میں حضرة لوط کو بھی داخل کر دیا -

اس سے معلوم ہوا کہ جو محققین اس طرف گئے کہ ضمیر حضرة ابراہیم کی طرف عائد ہے ' وہ بھی اس مشکل سے پوری طرح متاثر ہوے کہ حضرة لوط و یونس کا ذکر سلسلۂ ذریة میں کیوں آگیا ہے ؟ اور اسکے سوا اور کوئی حل نہ قرار دیسکے کہ حضرة لوط کو تغلیباً ذریة ابراہیم علیه السلام میں داخل کردیا جاے -

لیکن کیا یہ جواب تشفی بخش ہوسکتا ہے ؟ دلیل میں انہوں نے ایک آیة پیش کی ہے جسمیں اولاد یعقوب نے حضرة یعقوب کے چچا (حضرة اسماعیل) کو بھی انکے آباء میں داخل کیا تھا ' لیکن کیا یہ مثال واقعی اس مشکل کا حل کردیتی ہے ؟

زیادہ غور کی ضرورت نہیں ' ایک سرسری نظر ڈالکر ہر شخص اندازہ کرسکتا ہے کہ یہ جواب نہ صرف ضعیف بلکہ ضعیف سے بھی کچھہ زیادہ ہے ' اور قرار دادہ تغلیب کے ثبوت میں جو آیة پیش کی گئی ہے ' اس سے پیش نظر مشکل کیلیے کوئی مدد نہیں ملتی -

بلا شبہ اولاد یعقوب نے حضرة اسماعیل کو بھی " آبائک " میں شامل کیا ' لیکن یہ کوئی طرز بیان کی مخصوص تغلیب نہیں ہے بلکہ لغت و زبان اور اطلاقات رسم و ملک کا عام سوال ہے - " چچا " اپنی بزرگی اور رشتے کی عظمت کے لحاظ سے ہر جگہ مثل باپ کے سمجھا جاتا ہے ' اور علی الخصوص عربی زبان میں تو " اب " کا اطلاق بکثرت " عم " پر ہوتا ہے - خالہ کو بھی اہل عرب " ام " کہتے ہیں - " آذر " حضرة ابراہیم کے چچا تھے - باپ نہ تھے - توراة میں حضرة ابراہیم کے باپ کا نام " تارح " ہے ' اور حضرة ابن عباس ' مجاہد ' ابن جریج ' اور سدی نے اسکی تصریح کردی ہے - لیکن قرآن حکیم نے " آذر " کو اسی آیة کریمہ کے آغاز میں حضرة ابراہیم کا " باپ " کہا : و اذ قال ابراہیم لابیه آذر - خود احادیث میں اس اطلاق کے شواہد ملسکتے ہیں - ایک موقع پر آنحضرت صلی الله علیه وسلم نے حضرت عباس کی نسبت فرمایا تھا : ردوا علی ابی - حالانکہ حضرة عباس آپکے چچا تھے - پس اگر " آبائک " میں حضرة اسماعیل داخل کیے گئے ' تو یہ ایک ایسی تغلیب ہے جو لغة عرب میں عام طور پر رائج ہے ' اور " اب " کا اطلاق " عم " پر بر بناء لغة کیا جاسکتا ہے - بلکہ لغة کی بنا پر " اب " کے مفہوم کا دائرہ اس سے بھی زیادہ وسیع ہے - فن لغة و الفاظ قرآنیه کا ایک مسلم الثبوت امام لکھتا ہے :

" الاب " الوالد ' ويسمي كل من كان سبباً في ايجاد شي ' او اصلاحه او ظهوره ' اباً ' - - - - - ويسمي العم مع الاب ابوين ' وكذالك الام مع الاب والجد مع الاب - (مفردات امام راغب اصفہانی صفحہ ۴)	" الاب " یعنی باپ ' اور ہر اس وجود کو جو کسی چیز کی ایجاد یا اصلاح یا ظہور کا سبب ہو ' اب کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں - - - - - اور اہل عرب ابوین میں باپ کے ساتھہ چچا کو بھی داخل کرتے ہیں اور ماں اور دادا بھی اب کے ساتھہ تبعاً مفہوم میں داخل ہوسکتے ہیں -

لیکن اس سے یہ کیونکر ثابت ہوگیا کہ ان اشخاص کو بھی کسی شخص کی نسل میں داخل کردیا جاسکتا ہے ' جو اسکی نسل سے نہیں ہیں ؟ " اب " کا اطلاق خود زبان عربی میں چچا پر ہوتا ہے اور اسلیے حضرة اسماعیل بھی آباء یعقوب میں شامل کیے گئے ' لیکن عربی میں ذریة کا اطلاق غیر ذریة و نسل پر کب ہوتا ہے کہ حضرة لوط اور حضرة یونس بھی " ذریة " کے اطلاق میں آسکتے ؟ مثال جو دی گئی ہے وہ یقیناً لغة کے مطابق ہے' اور اسلیے بالکل ٹھیک ہے ' لیکن جس دعوے کیلیے اس سے شاہد کا کام لیا گیا ہے ' اسکے لیے لغة میں گنجائش کہاں ہے ؟ کہا گیا ہے کہ وہ بھی تغلیب ہے اور یہ بھی تغلیب ہے - لیکن وہ تو ایسی تغلیب ہے جو لغة نے کی' عرف و رسم نے کی ' اور اسکے شواہد موجود ہیں ' مگر یہ کیسی تغلیب ہے جسکے لیے نہ تو لغة موید ہے' نہ عرف و عوائد' اور نہ اور کوئی وجہ و سبب ؟

غرضکہ قائلین قول ثانی نے جو وجہ بتلائی ہے وہ تشفی بخش نہیں ' اور لیس بشی میں داخل ہے -

(کشف حقیقت)

اب چاہیے کہ بطور خود اس آیة کریمہ پر تدبر کریں -

بلا شبہ اس آیة میں " و من ذریته " کی ضمیر حضرة ابراہیم علیه السلام ہی کی طرف عائد ہے' اور جن مفسرین کرام نے اسکا مرجع حضرة نوح کو قرار دیا ہے' انکی تفسیر بوجوہ متعددہ و بینہ مرجوح ہے -

یہ بالکل واضح ہے کہ ان آیات میں ابتدا سے حضرة ابراہیم علیه السلام کا تذکرہ ہو رہا ہے ' انہی کے فضائل و مدارج کی خبر دی گئی ہے ' انہی کی نسبت اپنے اس فضل و کرم کو بتلایا ہے کہ بقاء نسل و دوام ذکر کا مرتبہ عطا کیا گیا ' وہی ہیں جنکو حضرة اسحاق اور یعقوب کی سی اولاد و احفاد دی گئی ' جنکے ذریعہ نسل ابراہیمی نے ایک وسیع سلسلہ اقوام و انبیاء کا پایا -

اب درمیان میں حضرة نوح علیه السلام کی طرف صرف اسقدر اشارہ آگیا ہے کہ حضرة ابراہیم سے پہلے انپر بھی ایسا ہی فضل الہی ہوا تھا ' لیکن یہ بالکل ایسا درمیانی و غیر مسلسل جملہ ہے ' جیسا ہم لوگ درمیان میں جملۂ معترضہ بول جاتے ہیں - اور ترتیب بیان ' ربط مضمون ' احاطۂ موضوع ' سلسلۂ ما سبق ' داعیۂ مطالب ' یہ سب باتیں ثابت کرتی ہیں کہ اس درمیانی تذکرۂ نوح کے بعد بھی حضرة ابراہیم علیه السلام کا ذکر ہونا چاہیے - اگر ایسا نہیں

ہے تو یہ ربط و نظم بیان کے بالکل خلاف ہے' اور لوگ اسے کلام الٰہی کیلیے جائز رکھیں' مگر ہم جائز نہیں رکھہ سکتے -

جن مفسرین نے اس رائے کو قبول کرلیا' بلا شبہ انہوں نے حقیقت شناسی کا زیادہ ساتھہ دیا' لیکن افسوس کہ جستدر ذخیرہ ہمارے پاس موجود ہے' اسمیں انکی جانب سے کوئی تشفی بخش حل اُن مشکلات کا نہیں ملتا جو قائلین مذہب اول نے پیدا کردیے ہیں -

" ذریۃ " کے لفظ' اور حضرۃ لوط اور حضرۃ یونس کے تذکرہ نے کچھہ ایسا الجھاؤ پیدا کردیا ہے کہ بعض جماعت نے تو اس کو لا علاج قرار دیکر سرے سے ضمیر ہی کو بعض سے ملا دیا' اور دوسری نے بھی تغلیب کے سوا اور کچھہ چارۂ کار نہ دیکھا -

لیکن دراصل اسکا حل دوسرا ہے - ممکن ہے کہ ہم حقیقت سے کوئی قریب تر جگہ پالیں - " ذریۃ " کی ضمیر تو ضرور حضرۃ ابراہیم ہی کی طرف پھرتی ہے - اسمیں کوئی شک نہیں - لیکن " ذریۃ " کے لفظ سے یہاں مقصود محض جسمانی نسل ہی نہیں ہے - انبیا کی ذریۃ اصلی' ذریۃ جسمانی نہیں ہوتی' اور نہ جسمانی نسل کوئی ایسی چیز ہے کہ اسے انبیاء کیلیے خدا ایک بہت بڑی نعمت قرار دے - بلکہ یہاں حضرۃ ابراہیم کی وہ عظیم الشان " ذریۃ " معنوی مراد ہے جو انکی " دعوۃ موسسہ " سے مثل حضرۃ نوح کے پیدا ہوئی اور پھیلی' اور جسکے بڑے بڑے مجدد وہ انبیاء کرام علیہم السلام تھے' جنکے اسماء گرامی اس ایۃ کریمہ میں لیے گئے ہیں -

خدا تعالی یہاں اپنے احسان و فضل کا ذکر کررہا ہے' جو خصوصیت کے ساتھہ حضرۃ ابراہیم علیہ السلام پر مبذول ہوا -

اس احسان کا ایک ٹکڑہ تو خاص انکی ذات و عہد سے تعلق رکھتا تھا کہ اللہ نے انکے قلب کو تمام نقائص خارجیہ سے " سلیم " رکھا اور انکی فطرۃ اصلیۂ اسلامیہ کسی خارجی اثر ضلالت و نمائش بطلان سے مرعوب نہوئی' نیز انکو وہ " حجج الاھیہ " عطا کیے گئے جنکے ذریعہ انہوں نے اپنے پاس عقل و ادراک انسانی کیلیے سب سے بڑا پیام ہدایت پایا' اور انکے مراتب معنویہ مرتفع و سرفراز ہوے

دوسرا حصہ احسان الٰہی کا وہ ہے جسے قرآن حکیم بقاء ذکر اور لسان صدق " فی الاخرین " کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے - اسکی حقیقت تم گذشتہ صحبتوں میں سن چکے ہو کہ مرتبۂ نبوت کی قوۃ " موسسہ " کی طرف اشارہ ہے' جو اپنی دعوۃ کے ذریعہ ایک باقی و قائم امۃ صالحہ پیدا کردیتی ہے' اور اسطرح آنے والے قرون و اجیال میں اس دعوۃ کا سلسلۂ ہدایت ہمیشہ جاری و ساری رہتا ہے - انکی دعوۃ کے گھرانے اور نسل کی زندگی افراد و اشخاص کی موت و حیات کے دائرۂ اثر سے باہر ہوجاتی ہے - اگرچہ وجود موسس دنیا سے چلا جاے' لیکن اسکی " تاسیس " پر موت طاری نہیں ہوتی -

پہلے قسم کے احسان کا ذکر اس آیۃ میں وہاں ختم ہوتا ہے جہاں فرمایا کہ : و تلک حجتنا اتینا ھا ابراھیم علی قومہ' نرفع درجات من نشاء' ان ربک حکیم علیم - اور دوسرا احسان بقاء دعوۃ اور " لسان صدق فی الاخرین " کا وہ ہے جسکو یوں تعبیر کیا کہ : و وھبنا لہ اسحاق و یعقوب کلا ھدینا - نیز ہم نے حضرۃ ابرھیم کو اسحاق اور یعقوب جیسی اولاد و احفاد دی جنکے ذریعہ دعوۃ ابراھیمی کے بقاء و تسلسل کا سلسلہ شروع ہوا - اسرائیل (حضرۃ یعقوب) سے بنو اسرائیل کی امۃ پیدا ہوئی' اور انکی اصلاح و تجدید و احیاء کیلیے یکے بعد دیگرے انبیاء کرام (بہ تحت تاسیس ابراھیمی) آتے رہے -

پس وہ " ذریۃ " اور " نسل " جو حضرۃ ابراہیم کو خدا نے دی' جسم اور خون کی نسل نہیں ہے جسکے ماتحت تم حضرۃ لوط اور حضرۃ یونس کو کسی طرح نہیں لا سکتے' اور اسلیے حیران ہو - جسمانی نسل حضرۃ ابراہیم کیلیے کوئی بڑا انعام نہ تھا' بلکہ کسی پیغمبر کیلیے اللہ کا ممتاز انعام نہیں ہوسکتا - انکا گھرانا دیوار و در کا احاطہ نہیں بلکہ حق اور تبلیغ حق کا رشتہ ہے' انکا وجود گوشت اور پٹھوں کا ڈھانچ نہیں بلکہ شریعۃ اور شریعۃ کی پکار ہے' انکا وطن گرد اور غبار کا کوئی منجمد ٹکڑہ نہیں' بلکہ سچائی اور راست بازی کے دعوۃ کا رقبہ ہے' پھر کیوں نہیں سمجھتے کہ انکی ذریۃ بھی جسم اور خون کی نہیں بلکہ دعوۃ الٰہی اور رسالۃ ربانی کے بقاؤ قیام کی ہے ؟

ساری مشکل اس آیۃ کی تفسیر میں لفظ " ذریۃ " سے پیدا ہوگئی ہے کہ حضرۃ لوط اور حضرۃ یونس نسل ابراھیمی سے نہ تھے' اور یہ مشکل سر تا سر نتیجہ اسکا ہے کہ صنف " تاسیس " و " تجدید " کی جو حقائق گذشتہ صحبتوں میں واضح کی گئی ہے' وہ پیش نظر نہیں ہے -

یہاں " ذریۃ " سے مراد دعوۃ ابراھیمی کی وہ " ذریۃ " ہے جو انکی دعوۃ " موسسہ " نے پیدا کی - وہ " موسس " تھے - مجدد نہ تھے - پس جو انبیاء مجددین دعوۃ ابراھیمی کے ذیل میں ظاہر ہوے' قرآن حکیم نے ان میں سے چند نفوس کی طرف یہاں توجہ دلائی ہے' اور درمیان میں حضرۃ نوح کی " تاسیس " کی طرف اشارۂ مماثلۃ کردیا ہے' تاکہ واضح ہوجاے کہ اللہ تعالی نے حضرت ابراھیم کو کیسا کچھہ موسس بنایا ؟ اور کیسی نسل دعوۃ انسے پھوٹی اور پھلی پھولی ؟

سب سے پہلی دقت اس تفسیر میں حضرۃ لوط کے متعلق ہے کہ انکا نام کیوں آگیا ہے ؟ لیکن یہ دقت' دقت ہی کب ہے جب کہ خود قران حکیم نے بتلا دیا ہے :

و ابراھیم اذ قال لقومہ : اعبدوا اللہ و اتقوہ' ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون	اور ابراھیم نے جب قوم سے مخاطب ہوکے کہا : اللہ کی پرستش کرو اور اسی سے ڈرو - اگر تم سمجھہ رکھتے ہو تو تمہیں سمجھنا چاھیے کہ تمہاری فلاح اسی میں ہے - . . . .
فآمن لہ لوط و قال انی مہاجر الی ربی' انہ ھو العزیز الحکیم -	لیکن قوم کی جہالت و ضلالۃ کیلیے یہ دعوۃ حق کچھہ سودمند نہ ہوئی' او ر صرف لوط ابراھیم پر ایمان لاے -

تورات کتاب پیدایش سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرۃ لوط حاران برادر تارح کے بیٹے اور حضرۃ ابراھیم کے بھتیجے تھے - (۱۱ : ۲۷)

اور قران حکیم کی مندرجۂ بالا آیت بتلاتی ہے کہ وہ حضرۃ ابراھیم پر ایمان لاے' اور انکی دعوۃ کے ساتھی ہوگئے - پس حضرۃ لوط گو حضرۃ ابراھیم کی نسل سے نہیں تھے' ایکے بھتیجے تھے' لیکن چونکہ انکی دعوۃ' دعوۃ موسسۂ مستقلہ نہ تھی بلکہ دعوۃ ابراھیمی ہی کے تابع تھی' وہ اسی دعوۃ موسسہ کے ایک مجدد تھے' اسلیے وہ حضرۃ ابراھیم کی " ذریۃ رسالت " ہی میں داخل تھے' اور اسی لیے اس ایۃ میں انکو بسلسلۂ مجددین دعوۃ ابراھیمی شامل کیا گیا -

(مجددین دعوۃ ابراھیمی)

اس آیۃ کریمہ میں " و من ذریتہ " کے بعد سے " علی العالمین " تک جتنے انبیاء کرام کا ذکر کیا گیا ہے' وہ سب کے سب بلا استثناء دعوۃ موسسۂ ابراھیمیہ کے مجدد ہیں' اور اسی لیے " ذریۃ " ابراھیمی میں داخل -

انکی تعداد ۱۴ - ہے' اور بیاں میں ترتیب تاریخی نہیں ہے کیونکہ یہاں استقراء تاریخی مقصود نہ تھا' صرف دعوۃ موسسۂ ابراھیمی کی بقاء ذریۃ' اور قیام سلسلہ کو ظاہر کرنا تھا -

چنانچه فرمايا كه : و من ذريته : داؤد ، و سليمان ، و ايوب ، و يوسف ، و موسى ، و هارون ، و كذالك نجزي المحسنين - و دكريا ، و يحيى ، و عيسي ، و الياس ، كل من الصالحين - و اسماعيل ، و اليسع ، و يونس ، و لوطا ، و كلا فضلنا على العالمين !

گو اسكا موقع نهيں ليكن كهنے كيليے طبيعت ميں بے اختيار بيقراري اٹهتي هے كه گو يه مقام محض چند اسماء كو عطف كے ساتهه جمع كر دينے كا تها ، ليكن بلاغت قرآني يهاں بهي اپنے اعجاز سے غافل نهيں - تم ديكهه رهے هو كه ان چوده نبيوں كے ناموں كو ايك هي جمله ميں نهيں گن ديا هے ، بلكه اسكے تين ٹكڑے كرديے هيں اور سب كے درميان وقف هے - پهلا ٹكڑه " محسنين " پر ختم هوا ، دوسرا " صالحين " پر ، تيسرا " عالمين " پر - ايك بهت بڑا نكتۂ بلاغت اسميں يه هے كه اگر ايك هي جملۂ تامه كے اندر يه پورے چوده نام آ جاتے ، تو وه ناموں كے اجتماع كا اتنا بڑا جمله هو جاتا ، جسكو بيك دم پڑهنے سے طبيعت نهايت گراني و ثقالت محسوس كرتي - اسليے به لحاظ اوصاف غالبه ان انبياء كي تين جماعتيں كر ديں ، اور هر جماعة كے اسماء كے بعد ان كي زندگي كے ان غالب اوصاف كي طرف اشاره كرديا ، اور اسطرح ايك لنبا سلسله جسميں يكے بعد ديگرے معطوف هوتے هوے چوده نام آ جاتے ، تين چهوٹے چهوٹے هم وزن جملوں ميں منقسم هوگئے -

بهرحال اس سلسلے ميں بقيه انبياء كے متعلق تو بالكل ظاهر هے كه وه حضرة ابراهيم كے بعد بني اسرائيل ميں آے ، اور همارا استدلال يه هے كه يه تمام سلسله دعوة ابراهيمي كے مجددين هي كا تها - ليكن حضرة لوط ، حضرة يونس ، حضرة الياس ، اور حضرة اليسع كے متعلق مفسرين كو مشكلات پيدا هوگئي هيں -

حضرة لوط كا ذكر اوپر آ چكا هے - حضرة يونس بهي انبياء اسرائيل كے سلسلے كے ايك نبي هيں جنكا اصلي عبراني نام " يوناه " هے - وه " متى " كے بيٹے تهے - عهد عتيق كے صحائف ميں عبدياه نبي كے بعد انكے ظهور و مواعظ كا بهي ايك مستقل تذكره هے - مثل متعدد انبياء متاخرين كے يه بهي امة اسرائيلي كے آخري ماتم گذاروں ميں سے تهے -

پس تعجب هے كه حضرات مفسرين (رحمهم الله) نے كيونكر يه قرار دے ليا كه حضرة يونس نسل ابراهيمي سے نه تهے ؟ اور وه مثل حضرة لوط كے نهوتے ، جب بهي وه ذرية ابراهيمي هي ميں داخل تهے كيونكه سلسلۂ بنو اسرائيل ميں جتنے انبياء كرام آئے ، سب كے سب دعوة موسسۂ ابراهيمي كے مجدد تهے - ليكن لطف يه هے كه جسماني نسل كے اعتبار سے بهي حضرة يونس نسل يعقوب سے هيں اور يعقوب حضرة اسحاق كے بيٹے تهے ، اور اسحاق حضرة ابراهيم كے (عليهم السلام) !

حضرت " الياس " كے متعلق بهي لوگوں نے عجيب عجيب قياسات كيے هيں ، اور بعضوں كا يه حال هے كه وه انبياء كے عبراني الاصل ناموں كيليے عربي مادوں اور مصدروں كو ڈهونڈهتے هيں - در اصل تورات ميں جو نام " ايلياه " كي شكل ميں تم ديكهتے هو ، وهي عربي ميں آكر " الياس " هوگيا هے - حضرة ايلياه كا مفصل تذكره كتاب سلاطين اول اور دوم ، دونوں ميں موجود هے - انكا ظهور " اخي اب " بادشاه كے زمانے ميں هوا ، جو يهودي هوكر بعل كے بتوں سے مرعوب هوگيا تها - انكے متعلق كتاب سلاطين دوم (۲ : ۱۰) ميں لكها هے كه جب يردن پار اترے ، تو ايك آتشين رتهه آسمان سے اترا - اور وه يكايك غائب هوگئے - صدر فيوں كو انهي كے دوباره ظهور كا انتظار تها -

بهرحال يه بهي ايك رسول اور مجدد اسرائيلي تهے ، اور دعوة ابراهيمي كي ذرية ميں جسم و روح دونوں اعتبار سے داخل -

حضرة " اليسع " كے متعلق اس سے بهي زياده غلط فهمياں پيدا هوئي هيں ، اور انكي شخصيت كے متعلق كوئي صاف فيصله نهيں كيا گيا هے -

بعض تو اس عام غلط فهمي كي بنا پر كه يه نام عربي هيں ، اليسع كے مصادر و مواد ڈهونڈهنے لگے ، بعض نے " الياس " اور " اليسع " دونوں كو ايك قرار ديا ، بعض نے كها كه اسپر الف لام كا آنا اسكي عربيت كي پوري دليل هے -

اس سے بهي زياده آجكل كے بعض مدعيان تحقيق جديد نے ٹهوكر كهائي هے ، اور لكها هے كه تورات ميں جس نبي كا نام " يسعياه " آيا هے اور جنكا ايك صحيفه بهي موجود هے ، وهي اليسع هيں -

ليكن در اصل يه تمام تحقيقات بے سود هے - مثل اور ناموں كے يه نام بهي عبراني هے ، مگر بغير كسي تبديلي كے بجنسه عربي ميں آگيا هے - كتاب سلاطين اول و دوم ميں جهاں حضرت ايلياه كا ذكر كيا گيا هے ، وهاں انكے ايك ساتهي " اليسع " بهي هيں ، جو انكي غيبت كے بعد انكي نبوة كے وارث ٹهرے ، اور جب يردن پار اترے تو يريحو كے انبياء زادوں نے پكارا : " ايلياه كي روح اليسع پر اتري " (سلاطين ۲ : ۱۵)

اگر همارے مصنفين نے تورات كا مطالعه كيا هوتا ، تو يه دقتيں پيدا نه هوتيں -

بهرحال حضرة " اليسع " عليه السلام بهي قطعاً اسرائيلي هيں ، اور اسليے قطعاً حضرة ابراهيم عليه السلام كي جسماني ذرية سے بهي هيں ، اور انكي روحاني ذرية سے بهي ، وه بهي مثل ديگر انبياء بنو اسرائيل كے تجديد دعوة ابراهيمي كيليے آے جو شريعة موسوي كے نام سے موسوم تهي -

(تفسير آئمۂ اهلبيت عليهم السلام)

اور الحمد لله كه " و من ذريته " كي يهي تفسير بعض ائمۂ اهلبيت كرام عليهم السلام نے بهي كي هے ، اور في الحقيقت ان خزائن و ينابيع علوم نبوت سے بڑهكر اور كون هے جسكي تفسير مقبول و مطلوب هوسكتي هے ؟

حجاج بن يوسف نے ايك مرتبه حضرة امام باقر عليه و على اجداده و آبائه الصلواة والسلام سے پوچها كه آپ لوگ حضرات حسنين عليهما السلام كو آنحضرة صلى الله عليه و سلم كي ذرية قرار ديتے هيں ، اور كهتے هيں كه يه قران سے ثابت هے - مگر ميں نے تمام قران كا مطالعه كيا ، مجهے كهيں انكا ذكر نهيں ملا -

اسپر حضرة امام عليه السلام نے فرمايا :

" كيا تو نے سورۂ انعام ميں يه اية نهيں پڑهي كه : و من ذريته داؤد و سليمان " اور كيا اسي سلسله ميں حضرة عيسي عليه السلام كا بهي نام نهيں آيا هے ؟	اليس تقرء سورة الانعام " و من ذريته داؤد و سليمان " حتى بلغ : و يحيى و عيسى " فقال : اليس من ذرية ابراهيم و ليس له اب ؟

اگر آيا هے تو حضرة عيسى حضرة ابراهيم كي ذرية كيونكر هوے - حالانكه انكا باپ نه تها ؟

جواب كا مطلب يه هے كه جب حضرة مريم عليها السلام كے نسب كي بنا پر خدا نے حضرة عيسى كو ذرية ابراهيم قرار ديا ، تو پهر حضرة سيدة النساء فاطمة الزهراء عليها السلام كے لخت جگر كيوں رسول الله صلى الله عليه و سلم كي ذرية نهوں ؟

امام رازي وغيره نے اس جواب كو حضرة امام باقر عليه السلام كي طرف نسبت دي هے ، ليكن حافظ ابو الفداء نے بسلسلۂ روايت يحيى بن يعمر كي طرف منسوب كيا هے - ميں نے حضرات مفسرين اثنا عشريه كي مصنفات اس غرض سے ديكهيں ، تو تفسير صافي ميں بجنسه حضرة امام كا مندرجۂ صدر قول ملگيا -

اس جواب سے ثابت هوا كه آية انعام ميں " و من ذريته " كي ضمير كا حضرت ابراهيم كي طرف عود اسدرجه مسلم تها كه جناب حضرة امام نے استدلال كيا ، اور معترضين كدهي كچهه جواب نه ديسكے -

نيز يه كه حضرات ائمۂ اهل بيت نبوة عليهم السلام كا بهي يهي مسلك تها - و الحمد لله على ذالك -

مواعظ و خطب

الحــريـة فـى الاســلام

ان القـوة لله جميعـــاً (۲ : ۱٦۰)

اس سے پہلے کہ دنیا نور اسلام سے منور ہو انسان کا کیا حال تھا ؟

وہ دنیا کے ذرہ ذرہ کو خدا سمجھتا تھا' جنگل کا ہر بڑا درخت اوسکا خدا تھا' زمین کا ہر خوفناک کیڑا اوسکا خدا تھا' پہاڑ کا ہر سیاہ پتھر اوسکا خدا تھا - وہ سانپ کو پوجتا تھا کہ سانپ دیوتا تھا' وہ دریا کو پوجتا تھا کہ دریا دیبی تھی' وہ پہاڑ کو پوجتا تھا کہ وہ دیوتاؤں کا مسکن تھا' وہ آگ کو پوجتا تھا کہ وہ کہیں انکی دیبی تھی اور کہیں خدا کا مظہر تھی' وہ عام ستاروں کو پوجتا تھا کہ وہ حکمران عالم تھے - وہ چاند اور سورج کو پوجتا تھا کہ وہ نور اکبر تھے' وہ حیوانوں کو پوجتا تھا کہ اون میں انسانوں سے زیادہ قوت تھی' وہ انسانوں کو بھی پوجتا تھا کہ خدا کے اوتار تھے !

ھندوستان جو علوم ریاضیہ کا سرچشمہ تھا' پتھروں اور مورتوں کا بندہ تھا' یونان جو علوم عقلیہ کا مرکز تھا' طرح طرح کے دیوتاؤں کا مسکن تھا' مصر و بابل جو علم ھیئۃ و فن تعمیر کے سب سے پہلے گھر تھے' ستاروں کے ھیکل سے آباد تھے - دنیا اسی تاریکی میں گھری ہوئی تھی' کہ کلدان میں " مسلم اول " کا ظہور ہوا' جسنے

فلما جن علیه اللیـل رأ کوکبا قال هذا ربي فلما افل قال لا احب الافلین - فلمـاء رأ القـمر بـازغـاً قال هذا ربی فلما افل قال لئن لم یهـــدني ربي لا کونن من القوم الضالین - فلما رأ الشمس بازغـــة قال هذا ربي هذا اکبر' فلما افلت قال یا قوم اني بريء مما تشرکون' اني رجهت رجهـــي للذي فطـــر السموات و الارض حنیفاً و ما انا من المشرکین -

رات کو ستاروں کو دیکھا تو کہا یہ میرا خدا ہے' لیکن جب ستارے چھپ گئــے تو اوسنے کہا : میں چھپ جانے والوں کو خدائی کیلیے نہیں پسند کرتا - پھر چاند نظر آیا تو پکار اٹھا کہ یہ میرا خدا ہے' پر جب وہ ڈوب گیا' تو کہا : میرا سچا خدا میری ھدایت نکرتا تو یقیناً میں گمراہ ہو چکا تھا ! پھر دن کو جب سورج چمکتا ہوا نکلا تو اوسنے کہا : ہاں یہ میرا خدا ہے کہ یہ سب سے بڑا ہے' لیکن جب وہ بھی غروب ہوگیا تو اوسنے اپنی قوم کو مخاطب کیا : لوگو ! میں اون سب سے تبری کرتا ہوں جنکو تم خدا کا شریک بناتے ہو' میں تمام جھوٹے معبودوں سے منھ پھیر کر اوس سچے خدا کیطرف رخ کرتا ہوں جسنے آسمان و زمین کو پیدا کیا - میں اپنے خدا کا کسیکو شریک نہیں بناتا -

یہ پہلا دن تھا جب اسلام نے حقیقت انسانی کے چہرے سے پردہ اٹھایا' اور اوسنے بتایا کہ اے انسان ! تو مخلوقات کا بندہ نہیں - تو مخلوقات کا آقا ہے - تو انکے لیے نہیں پیدا کیا گیا - وہ تیرے لیے پیدا کیے گئے ہیں - تو انکا غلام نہیں بنایا گیا' وہ تیرے غلام بنائے گئے ہیں تو تمام مخلوقات سے اشرف ہے' اور تیری ذات ان تمام ھستیوں سے ارفع ہے - تو صرف خالق مخلوقات کا بندہ ہے' اور اور تمام مخلوقات کا آقا ہے - پھر تو جنکا آقا ہے' حیف ہے کہ اونکو اپنا خدا بنائے اور انکے آگے غلامی کا سر جھکائے ؟

ولقد کرمنا بني آدم و حملنهم فی البر و البحر و رزقناهم من الطیبت و فضلنهـــم علی کثیـر ممن خلـقنا تفضیـــلاً : (۱۷ - ۷۱)

ھم نے انسان کو عزت و بزرگی بخشی' اوسکو خشکی و تری میں سواری دی' اچھی چیزیں روزی کیں' اور اپنی اکثر مخلـوقات پر فضیلت کامل عطا کی -

اے انسان ! تمام دنیا تیرے ھي لیے بنی ہے - تو اسکی پرستش نکر :

الم تر ان الله سخر لکم مـــا فـــی الارض ؟ (۲۲ - ٦۴)

کیا تم نہیں دیکھتے کہ خدا نے جو کچھہ زمین میں ہے' تمہارے لیے مسخر کردیا ؟

ھو الذي خلـق لکم ما فی الارض جمیعـــاً ! (۲ : ۲۷)

خدا وھي ذات اقدس ہے جسنے تمہارے لیے تمام زمین کی چیزیں پیدا کیں !

بلکہ آسمان و زمین کی سب چیزیں تیرے ھي لیے ہیں - تو انکے لیے نہیں ہیں - پس تو انکو خدا نہ جان :

الم تروا ان الله سخـــر لکم ما فی السمـــوات و مـــا فی الارض ؟ (۳۱ : ۱۹)

کیا تم نہیں دیکھتے کہ آسمان و زمین کی تمام چیزیں تمہارے لیے خدا نے مسخر کردیں ؟

و سخر لکم ما فی السموات و مـا في الارض جمیـــعا (۴۵ : ۱۲)

خدانے تمہارے لیـے آسمان و زمین کی تمام چیزیں مسخر کردیں -

تو دریا کو دیبی نکہہ کہ وہ تو تیری ضروریات کا ایک خزانہ ہے :

سخر لکم البحر لتجري الفلک فیه بامرہ و لتبغوا من فضله (۴۵ - ۱۱)

تمہارے لیے دریا کو مسخر کردیا تاکہ اوسمیں خدا کے حکم سے کشتیاں چلیں اور اپنی رزق کو تلاش کرو -

و ھو الذی سخر البحر لتاکلوا منه لحما طریا و تستخرجوا منه حلیة تلبسونها' و تری الفلک مواخر فیه و تبتغوا من فضله و لعلکم تشکرون (۱٦:۱)

خدا وھی ذات قدوس ہے جسنے دریا کو مسخر کیا تاکہ تم اوس سے تازہ گوشت کھاؤ' اوس سے اپنی زیب و زینت کی اشیاء نکالو' اوسمیں تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں پانی کو پھاڑتی ہوئی چلتی ہیں' تاکہ اوس سے خدا کی برکت تلاش کرو' اور اوسکا شکر ادا کرو -

تو حیوانات کو دیوتا نہ سمجھہ کہ وہ تیرے ھي فائدہ کے لیے مخلوق ہوے ہیں ;

و جعل لکم من الفلک و الانعام ما ترکبون' لتسوروا علی ظہورہ ثم تذکروا نعمة ربکـــم اذا استویتم علیه' و تقولوا سبحان الذي سخر لنا ھذا و ما کنا له مقـرنین (۴۳ : ۱۲)

کشتی اور جانور تمہارے لیے پیدا کیے تاکہ تم اونکی پیٹھہ پر سیدھے سوار ہو' پھر اپنے خدا کے احسان کو یاد کرو' اور کہو کہ پاک ہے وہ ذات جسنے ھمارے لیے مخلوقات کو مسخر کردیا ! ھم اپنی قوت سے انکو مسخر نہ کرسکتے !

آگ دیبی نہیں وہ تو تیرے ھي لیے پیدا ہوئی ہے :

والذي جعل لکم من الشجر الاخضر نارا (۳۷ ; ۸۰)

خدا وہ ہے جسنے سبز لکڑی سے تمہارے لیے آگ پیدا کی !

پہاڑ دیوتاؤں کا مسکن کیسے ہو سکتا ہے ؟ وہ تو خود انسان کے تابع ہے اور خدا کا فرمانبردار ہے :

انا سخرنا الجبال معه یسبحن بالعشي و الاشراق (۳۸ : ۱۷)

ھم نے داؤد نبی کیلیے پہاڑ کو مسخر کردیا کہ صبح و شام خدا کی تسبیح کریں -

آفتاب و مہتاب اور دیگر ستارے بھی اے انسان تیرے خدا نہیں' تو خود اونکا خداوند و آقا ہے' اسلیے تو اونکو سجدہ نکر !

و سخر لکم الشمس و القمر دائبین و سخر لکم اللیل

تمہارے لیے آفتاب و ماھتاب کو مسخر کردیا جو حرکت کرتے ہیں' اور اسیطرح

و النهار (۱۴ - ۲۷)
رات اور دن اور انکے خواص و موثرات کو بھي تمہارا تابع فرمان بنا دیا !

و سخرلکم اللیل و النہار' والشمس و القمر و النجوم مسخرات بامرہ (۱۶ : ۲)
رات' دن' سورج' چاند' سب کو تمہارے تابع کردیا کیونکہ تمام ستارے خدا کے حکم کے تابع هیں -

غور کرو' ایک "مشرک" اور ایک "مسلم" کي زندگي میں کتنا فرق ھے ؟ مشرک پتھروں سے ڈرتا ھے که وہ خدا هیں' ستاروں سے ڈرتا ھے که وہ خدا هیں' کہنه اور بوسیدہ قبروں کي اینٹوں سے ڈرتا ھے که وہ خدا هیں' خود انسانوں سے ڈرتا ھے که وہ خدا هیں' لیکن ایک مسلم کا عقیدہ یه ھے که " فاطر السموات و الارض " کي ایک ذات کے سوا دنیا میں کوئي وجود نہیں جس سے ڈرا جاے - ایک مشرک اپنے کو دنیا کي هر شے سے کمزور و حقیر سمجھتا ھے' لیکن ایک مسلم وجود ذات " عزیز و متکبر " کے سوا خود کو سب سے بلند اور سب سے اعلیٰ سمجھتا ھے' کیونکه هر لحظه اوسکے کان میں یه آواز آتي رهتي ھے :

لله العزة و لرسوله و للمومنین -
عزت صرف خدا کیلیے ھے' اوسکے رسول کیلیے ھے' اور مسلمانوں کیلیے ھے -

اے مشرک انسان ! تو کیوں خدا کے سوا اوروں کیطرف هاتھه پھیلاتا ھے ؟ کیا تو اونمیں سے بعض سے بہتر اور بعض کے برابر نہیں ھے ؟ اے مشرک انسان ! تو کیوں خدا کے سوا اوروں سے ڈرتا ھے ؟ کیا وہ بھي تیرے هي طرح خدا کي مخلوق نہیں ؟ اے مشرک انسان ! تو خدا کو چھوڑ کر کن سے حاجت بر آري کي درخواست کرتا ھے ؟ کیا وہ خود خدا کے محتاج نہیں ؟ پس ایک هي ھے جسکي طرف هاتھه پھیلانا ھے' ایک هي ھے جس سے ڈرنا ھے' ایک هي ھے جسکے آگے جھکنا ھے' ایک هي ھے جسکے آگے گڑ گڑانا ھے' ایک هي ھے جسکو اپنے سے بالاتر سمجھنا ھے' اور هاں ایک هي ھے جس سے حاجت بر آري کي درخواست ھے :

قل افرایتم ما تدعون من دون الله ان ارادني الله بضر هل هن کاشفات ضرہ ؟ او ارادني برحمة هل هن ممسکات رحمته ؟ قل حسبي الله' علیه یتوکل المتوکلون -
اگر خدا مجھے مصیبت پہونچاني چاھے تو کیا تمہارے معبود جنکو تم پکارتے هو' اوس مصیبت کو دور کرسکتے هیں ؟ اگر خدا اپني رحمت مجھپر نازل کرني چاھے تو کیا وہ روک سکتے هیں ؟ هاں کہدو که خدا هي کا رشته بس کرتا ھے' بھروسه کرنے والے صرف اوسیکي ذات پر بھروسه کرتے هیں !

پس جو مسلم ھے وہ خود دار ھے' کیونکه خدا کے بندوں میں اوسکا کوئي همسر نہیں' پھر کس سے وہ اپني ذات کو حقیر سمجھے اور اوسکے سامنے جھکے ؟ اوسنے صرف ایک هي سے اپني ذات کو حقیر سمجھا' اور اوسیکے سامنے جھکا -

جو مسلم ھے وہ آزاد ھے' کیونکه مخلوقات میں کون بڑا ھے جس سے وہ ڈرے ؟ اوسنے ایک کو بڑا سمجھا اور اوسي سے وہ ڈرا -

مسلم خدا کے سوا کسي سے کیوں نہیں ڈرتا ؟ اسلیئے که وہ دل سے اعتقاد رکھتا ھے که :

خدا کے سوا نفع و ضرر کسي کے هاتھه میں نہیں -
دنیا کي هر قدرت و قوت کا مالک وهي ھے -
اوسکے سوا کسي میں قوت و قدرت نہیں -
مخفي دعاؤں کا سننے والا تنہا وهي ھے -
دنیا کي تمام قوتوں کي عنان حکومت صرف اوسي کے دست قدرت میں ھے -
عطاے موت و حیات و نفع و ضرر صرف اوسیکا کام ھے -
هماري طرح دنیا کا ذرہ ذرہ اوسیکا محتاج ھے' پر وہ کسي کا محتاج نہیں -

تاریخ و عبر

امر بالمعروف و نہي عن المنکر

تاریخ معتزله کا ایک صفحه

غیلان دمشقي

ذیل کے مضمون میں اور اسکے بقیه سلسلے میں نه تو همیں فرقۂ معتزله کے عقائد و کلام سے کوئي تعلق ھے' اور نه انکے صحت و عدم صحت پر کوئي تبصرہ کرنا ھے - ایک ایسے دور میں جبکه تمام نئے مصنفوں اور مصلحوں نے اپنے لیے راہ عمل صرف اعتزال هي کي تقلید میں پائي ھے' الله تعالی نے اپنے فضل و کرم سے اس عاجز کي رهنمائي کي' اور اشاعرہ و معتزله' دونوں کي راهوں سے بلند تر ایک تیسري راہ حقیقت و استقامت دکھلا دي - اگر اسکي هدایت و توفیق دستگیر نه هوتي' تو سچ یه ھے که ان دونوں راهوں کي دلدل بڑي هي قدم گیر تھي ;

بندۂ را که بفرمان خـــدا راہ رود
نگزارند که در بند زلیخـــا مانــد

تمام عالم اسلامي نے حقیقت کو اشاعرہ کي وراثت میں دیدیا تھا - اب بعض نئے مصلحین اٹھے هیں اور اعتزال کي مفقود و منہدم راہ از سر نو درست کرني چاهتے هیں - پر افسوس که سلف صالح اور مومنون اولون کي اوس راہ کي کسي کو خبر نہیں' جو اوس وقت سے ھے' جبکه نه تو اعتزال کي پکار بلند هوئي تھي' اور نه امام ابو الحسن اشعري کا وجود تھا - بهر حال یه موقعه اس تذکرہ کا نہیں - صرف یه

(پہلے کالم کا بقیه مضمون)

پھر کیونکر ممکن ھے که شدائد و خطرات کا مهیب دیو اوس مسلم کو خوفزدہ بنا سکے' جسکا قلب مطمئن خدا کے سوا کسي سے خوفزدہ نہیں ؟ اور کیونکر ممکن ھے که خوف و هراس اوس دل پر قبضه کرسکے جو خدا کے سوا کسي کے قبضه میں نہیں ؟ اور هاں کیونکر ممکن ھے که متکبرین کي هیبت و عظمت' جبابرۂ عالم کا قهر و غضب' سپاهیوں کي تیغ و سنان' اور فرعونوں کا جاہ و جلال اوس انسان کو مرعوب کرسکے' جسکي نظر میں یه سب کے سب ایک دست شل اور ایک عضو معطل سے زیادہ نہیں ؟

پھر جسکي یه حقیقت ھے' کیونکر ممکن ھے که وہ شدائد و خطرات سے خوف کھاکر نصرت حق سے باز آ جاے ؟ اوسکا دل راستي اور سچائي کي سختیوں کو دیکھکر لرز جاے' اوسکي زبان قول حق سے خاموش رھے ؟ اوسکا قدم جادۂ صداقت سے متزلزل هو جاے ؟ کیونکه مسلم کي حقیقت یه ھے که وہ خدا کے سوا دنیا میں کسي سے نہیں ڈرتا - اپنے نفع و ضرر کي باگ اوسکے سوا کسي کے هاتھه میں نہیں دیکھتا -

پھر کیا یه سچ نہیں که مسلم فطرتاً خود دار ھے که اکثر مخلوقات سے وہ برتر اور بعض کے برابر ھے ؟ کیا یه صحیح نہیں که مسلم فطرتاً آزاد اور حر ھے که خالق کے سوا وہ کسي مخلوق سے نہیں ڈرتا' کیونکه قوتوں کا منبع اور قدرتوں کا مرکز اوسکي نظر میں ایک هي ھے :

ان یمسسك الله بضر فلا کاشف له' و ان یمسسك بخیر فهو علی کل شیئ قدیر' و هو القاهر فوق عبادہ' و هو الحکیم الخبیر (انعام)
اگر وہ ضرر پہونچانا چاھے تو کوئي اوسکو هٹانے والا نہیں' اور اگر نیکي و برکت دینا چاھے تو وہ هر بات پر قادر ھے' وہ بندوں پر غالب ھے' وہ هر نکته سے آگاہ ھے' اور هر خبر سے واقف ھے -

واضح کرنا ہے کہ اپني راہ دوسري ہے ' اور اس عہد ضلالت کيش ميں الحمد للہ کہ صراط مستقيم سے مہجور نہيں :

راہے کہ خضر داشت ز سر چشمہ دور بود
لب تشنگي ز راہ دگـــر بردہ ايـم ما !

ليکن عقائد و کلام سے باہر آکر تاريخي حيثيت سے اس نامور فرقہ کا مطالعہ کرنا چاہيے جو صديوں تک مسلمانوں کي علمي و سياسي زندگي کا ايک بہت بڑا رکن رہا' اور جسميں ہر علم و فن کے اساطين و واضعين پيدا ہوے - ہمارا موجودہ تاريخي ذخيرہ اس کے ليے بالکل بيکار ہے - تاہم بعض ذرائع ايسے بھي بچ رہے ہيں جنسے تھوڑا بہت سراغ لگ سکتا ہے - ہم چاہتے ہيں کہ گاہ گاہ بغير کسي ترتيب کے بعض بصائر و حکم اسکے متعلق شائع کريں -

(امر بالمعروف و نہي عن المنکر)

جس زمانے ميں فرقۂ معتزلہ نے نشوونما پائي تھي' اسلام تمام دنيا پر فياضانہ حکومت کررہا تھا' اور تمام دنيا اوسکے فيض عام سے گل بداماں ہورھي تھي - بالخصوص علماء و فقہاء کو سلاطين و خلفاء کي قدردانيوں نے مالامال کر ديا تھا -

ليکن اس حالت ميں بھي اس فرقے نے اپنے دامن کو درہم و دينار کے چمکنے والے داغ سے آلودہ ہونے نہيں ديا - ايسے وقت ميں جبکہ دست بہار پھولوں کا انبار لگا رہا تھا' اور ابر کرم موتيوں کا منہہ برسا رہا تھا' اس فرقہ نے اپنا دامن قناعت ہميشہ سميٹے ہوے رکھا' اور خار زار حرص و طمع سے اولجھنے نہ ديا -

استغناء اور بے نيازي کي شان مختلف مظاہر ميں نظر آتي ہے ' ليکن اوسکا اعلی ترين مظہر امر بالمعروف والنہي عن المنکر ہے - وہ ايک امانت الہي ہے جسکا بار سب سے پہلے علماء کے سر پر ڈالا گيا ہے : و لتکن منکم امة يدعون الى الخير و يأمرون بالمعروف و ينہون عن المنکر' و اولئك هم المفلحون (۳ : ۱۰۰)

ليکن اس گروہ کي راہ ميں سب سے زيادہ درہم و دينار کے خزف ريزے حائل ہوتے ہيں - سلاطين بنو اميہ نے اسي درہم و دينار کي مہر لگاکر علماء کي زبانوں کو بند کرنا چاہا تھا' ليکن علماء حق کي بے نيازي نے اس سنگ راہ کو ہميشہ اپنے آگے سے ہٹايا ' اور اس فرض کے ادا کرنے ميں جان تک سے دريغ نہ کيا - خلفاء بنو اميہ ميں حضرت عمر بن عبد العزيز نے وراثت شاہي ميں جو خزانہ پايا تھا' وہ اوس مال و متاع سے لبريز تھا جسکو دست تظلم نے سميٹ سميٹ کر اوس ميں بھر ديا تھا' اسليے يہ دولت اون کے سينے کا بوجھہ تھي - وہ اوس سے خزانے کو خالي کرنا چاہتے تھے -

ليکن اس عادلانـــہ اقدام کي طـرف سب سے پہلے اونکو غيلان دمشقي نے توجہہ دلائي جو اکابر معتزلہ ميں ايک مشہور نامور متکلم گذرا ہے - اوس نے اونکو ايک خط لکھا کہ :

" اے عمر ! تم نے اسلام کو ايک دلق کہن ' اور ايک بوسيدہ صورت ميں پايا ہے ' اے وہ شخص جو تمام مردوں ميں سے ايک مردہ ہے ' تو کوئي قابل تقليد راہ اور کوئي زبان سے راستہ بتانے والا آدمي نہيں پاتا جس کي رہنمائي سے فائدہ اوٹھاے - آہ ' سنت کا چراغ بجھہ گيا ' بدعات کي تاريکي چھاگئي ' دنيا کو ڈرايا گيا ہے ' عالم لوگ خود نہيں بولتے ' اور جاہلوں کو بولنے کي اجازت نہيں ملتي - امام کي ذات سے قوم نجات بھي پا سکتي ہے اور ہلاک بھي ہو سکتي ہے ' خدا خود کہتا ہے :

و جعلنا هـــم ائمـــة ہم نے اونکو امام بنايا اور وہ ہمارے حکم
يهدون بامـــرنا - سے رہنمائي کرتے ہيں -

يہي امام دنيا کو گمراہي سے بچاتے اور انکو تاريکي سے روشني ميں لاتے ہيں ' ليکن ايک قسم کے امام اور بھي ہوتے ہيں :

وجعلنا هم ائمة يدعون اور ہم نے اونکو ايسا امام بنايا جو آگ
الي النـــار - کي طرف لوگوں کو بلاتے ہيں -

ليکن اس قسم کے ائمہ صاف صاف يہ نہيں کہتے کہ آگ کي طرف آؤ بلکہ دنيا کے سامنے گناہوں کا دروازہ کھولديتے ہيں - تو اے عمر ! جو لوگ خود دنيا کو گناہوں کي دعوت ديتے ہيں ' کيا وہ دنيا کو گناہوں سے بچا سکتے ہيں ؟ کيا کوئي ايسا حاکم ہے ' جو اپنے اعمال پر خود نکتہ چيني کرتا ہے ؟ کيا کوئي ايسا قاضي ہے کہ جو فيصلہ خود کرتا ہے ' اسي فيصلہ کے خلاف ايک حاکم کو سزا بھي ديتا ہے ؟ کيا کوئي ايسا رہنما ہے جو دنيا کو سيدھي راہ دکھاتا ہے ' اور خود منزل مقصود سے بھٹک جاتا ہے ؟ کيا کوئي رحمدل انسان بھي تکليف ما لا يطاق ديتا ہے ؟ يا لوگوں سے بجبر اطاعت کرواتا ہے ؟ کيا انصاف بھي ظلم پر آمادہ کر سکتا ہے ؟ کيا سچ بھي جھوٹ بول سکتا ہے ؟ "

يہ خط اگرچہ خلفاء بنو اميہ کے مظالم کا ايک اجمالي متن ہے ' ليکن حضرت عمر بن عبد العزيز تو خود ھي اونکے ستون سلطنت کو گرا کر عدل و انصاف کا منارہ قائم کرنا چاہتے تھے ' اسليے اونکو ايک معمار ہاتھہ آگيا - اونہوں نے خوش ہوکر خود غيلان کو طلب کيا ' اور اقامة عدل ميں اوس سے اعانت کي درخواست کي - غيلان نے خزانہ اور توشہ خانہ کے انتظام کو اپنے ہاتھہ ميں ليا ' اور عام منادي کردي کہ " خيانت پيشہ ظالموں کا ' اون ظالموں کا جنہوں نے رسول کي جانشيني کا تو دعوی کرديا ' ليکن رسول کے سنت کي تقليد نہ کي ' مال و متاع بک رہا ہے - جسکو لينا ہو وہ آے "

چنانچہ توشہ خانہ سے ايک موزہ نکلا جسکے دام ۳۰ ہزار درہم اوٹھے - غيلان نے اوسکو ہاتھہ ميں ليکر کہا : " لوگو! خدا کے ليے بتاؤ کيا يہ لوگ امام بنکر دنيا کي رہنمائي کرسکتے تھے ؟ وہ ۳۰ ہزار درہم کے موزے اوس حالت ميں پہنتے تھے جبکہ دنيا بھوک سے مرتي تھي "

اسي حالت ميں ہشام ابن عبد الملک آگيا اور کہا ; " يہ ميري اور ميرے باپ دادا کي علانيہ پردہ دري کررہا ہے - اگر موقع ملا تو اسکے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کردونگا " ہشام کے چلے جانے کے بعد غيلان اپنے دوست صالح کے ساتھہ آرمينيا کي طرف روانہ ہوگيا - ہشام نے موقع پاکر اوسکو گرفتار کرايا ' اور چند روز قيد رکھکر صالح اور غيلان دونوں کے ہاتھہ پاؤں کٹوا ديے ' اور کہا " تمہارے خدا نے تمہارے ساتھہ کيا سلوک کيا ؟ " غيلان نے کہا " خدا يہ ظلم کيوں کرنے لگا ؟ يہ اوسنے کيا ہے جس پر خدا لعنت کرتا ہے " (مسئلۂ جبر و قدر کي طرف اشارہ تھا) اسکے بعد صالح نے پاني مانگا ' ہشام کے درباريوں نے جواب ديا کہ تمکو آب زقوم پينا پڑيگا جو دوزخيوں کے ليے مخصوص ہے - غيلان نے اس مايوسانہ جواب پر صالح کو تسکين دي ' اور وہ اسي حالت تشنگي ميں شہيد ہوگيا - غيلان نے نماز جنازہ پڑھي اور نماز سے فارغ ہوکر لوگوں کي طرف متوجہ ہوکر کہا " خدا ان ظالموں سے سمجھے' انہوں نے زندہ حق کو مردہ' اور مردہ باطل کو زندہ کيا ' شريف لوگوں کو ذليل اور ذليل لوگوں کو معزز بنايا " لوگوں نے اسکي اس آزادانہ تقرير سے متاثر ہونے ہشام سے کہا " ہاتھہ پانوں کاٹنے سے تو اوسکي زبان اور تيز ہوگئي " ہشام نے حکم ديا کہ اسکي زبان بھي کاٹ دي جاے - چنانچہ ايسا ھي کيا گيا ' اور شمع ہدايت کي يہ لو ہميشہ کيليے خاموش ہوگئي : بل احياء و لکن لا يشعرون !

يہ علماء حق تھے ' يہ اسلام کي بخشي ہوئي وراثت علم تھي اور يہ وہ ہستياں تھيں جنکا افسانۂ حق تو آج پڑھلو مگر انکي نسل کي تلاش ميں نہ نکلو' کيونکہ وہ اب دنياء اسلام ميں نہيں بستي - ان علماء حق کے مقابلے ميں آجکل کے آن علماء منافقين و شياطين انس کي ملعنت بھي ہمارے سامنے ہے جو اپني چند روٹيوں کيليے ' يا کسي مدرسہ کي نوکري کيليے ' يا کسي امير کے مردے دل کي مٹھائي کيليے ' يا شمس العلماء کے خطاب کے تحفظ کيليے ' ايک چھوٹے سے چھوٹے حق کے اظہار کي بھي طاقت اپنے اندر نہيں رکھتے !

مراسلہ

سورہ والتین

[از مولانا مظہر الدین صاحب شیرکوٹی]

(۱)

انسان جب غور و فکر کی آنکھیں کھولتا ہے تو دیکھتا ہے کہ نیچے زمین ہے اور سر پر آسمان ہے - انکی وسعت اوسکے خیال سے بالاتر اور انکی قدامت اوسکے ادراک سے باہر ہے - ایک طرف وہ عظیم الشان پہاڑوں میں گھرا ہے ' جنکی چوٹیاں نامعلوم بلندیوں تک مرتفع ہیں ' دوسری طرف بلاخیز سمندر کی لہریں اوسکے ارد گرد طوفان خیز ہیں ' جنکے سامنے انسان کی ہستی تو کیا اوسکی زمین بھی ہنی کی طرح چھپ جاتی ہے - ان عظیم ترین ہستیوں سے قطع نظر کرکے جب وہ چھوٹے چھوٹے جسموں کی قوت پر توجہ کرتا ہے ' تو اور زیادہ متعجب ہوتا ہے کہ ہستی و حیات کے یہ حقیر ذرات طاقت و عمل کی کیسی حیرت انگیز مثالیں اپنے اندر رکھتی ہیں ؟ ! !

وہ ڈسنے والے سانپوں کی برق رفتاری پر خیال کرتا ہے ' خونخوار جانوروں کی طاقت کو دیکھتا ہے ' ابر کے ایک معمولی ٹکڑے سے بڑے بڑے شہروں کا زیر و زبر ہونا اوسکے سامنے آتا ہے ' پھونک سے اوڑ جانے والی چنگاری کی قوت اوسکے پیش نظر ہوتی ہے ' اور جب ان تمام مناظر قدرت کو اپنے سامنے لاتا ہے ' تو بے اختیار پکار اوٹھتا ہے کہ اے ہستی انسانی ! تو کیا ہے ؟ تیری حقیقت کچھ بھی نہیں بجز بحر وجود میں پانی کا ایک بلبلہ ' عالم خلق میں ہوا کا ایک جھونکا ' میدان تکوین میں مجموعۂ غبار کا ایک نقش پا !

لیکن سورۂ مبارکہ " والتین " میں قرآن حکیم نے اس خیال کی تردید کی ہے ' اور شرف انسانی کے دلائل بینہ پیش کیے ہیں - اوس نے بتایا ہے کہ عالم وجود کی دوسری چیزوں کے ساتھ انسان کو کیا نسبت ہے ؟ بلا شبہ انسان پانی کا بلبلہ ہے ' مگر کونسا پانی ؟ وہ ' جو آب بقاء کا ایک سرچشمہ ہے ! کچھ شک نہیں کہ انسان ہوا کا ایک جھونکا ہے ' مگر کس ہوا کا ؟ وہ ' جو باغ وحدت کی ایک لہر ہے ! ہاں ' یقیناً انسان کا وجود ایک نقش پا ہے ' مگر کیسا نقش پا ؟ وہ ' جو وجود بحت کا سب سے زیادہ مکمل نشان ہے ! خلاصہ یہ کہ سریر ظہور کا تاجدار اور منصۂ شہود کی رونق ' وجود انسانی ہی ہے !

انسان کا اشرف خلائق ہونا ایک ایسا بین دعوی ہے جسکے لیے احتیاج دلیل نہ تھی - لیکن اپنی ہستی سے خود فراموشی ہی کبھی کبھی مانع کار ہو جاتی ہے ' اور اکثر دنیا کے بڑے بڑے اعمال صرف اسی لیے ناتمام رہجاتے ہیں کہ اونکے کرنیوالے اپنے آپ کو نہایت ضعیف و ناتواں سمجھکر ہمت ہار دیتے ہیں - لہذا ایک ایسے ناموس الہی کیلیے جو " تبیانا لکل شئی " اور " نور مبین " کی حیثیت رکھتا ہو ' ضرور تھا کہ انسانی فضیلت کی کامل حقیقت کو اوسکے سامنے صاف صاف پیش کردیے -

علاوہ ازیں یہ دین حنیف کے اوس اہم ترین رکن کی ایک تمہید اور مقدمہ بھی تھا ' جسے میں حضرۃ شاہ ولی اللہ (رحمۃ اللہ علیہ) کی اصطلاح میں " قانون مجازاۃ " کے لقب سے تعبیر کرونگا -

پس اس سورۃ نے مضمون کی تقسیم دو قسموں میں ہو سکتی ہے :
(۱) شرف انسانی کا ثبوت - (۲) قانون مجازاۃ -

(مبحث اول)

والتین و الزیتون	انجیر ' زیتون ' طور سینا ' مکۂ
و طور سینین و ہذا البلد	معظمہ ' اس دعوے پر شاہد ہیں
الامین ' لقد خلقنا الانسان	کہ ہم نے انسان کو بہتر سے بہتر
فی احسن تقویم -	حالت میں پیدا کیا ہے -

" تقویم " کی تفسیر میں قاضی بیضاوی تحریر فرماتے ہیں :

تعدیل بان خص	تقویم کے معنی تعدیل کے ہیں ' اور
بانتصاب القامۃ و حسن	اوس سے مراد یہ ہے کہ انسان
الصورۃ و استجماع	سر و قامتی ' حسن صورۃ ' اور کائنات
خواص الکائنات و نظائر	کے تمام خواص ' اور تمام ممکنات
سائر الممکنات (انتہی)	کی تمثیلات کا مجموعہ ہے -

اسی مضمون کو امام رازی ان الفاظ میں ادا کرتے ہیں :

" التقویم " تصییر الشیئ	تقویم کے معنی ہیں کسی شی
علی ماینبغی ان یکون	کا ایسی حالت میں پیدا کرنا
فی التالیف و التعدیل	جسکے لائق وہ اپنی تالیف و تعدیل
یقال قومتہ تقویما فستقام	میں تھی - ایسے موقعہ پر جب
و تقوم (انتہی)	کوئی شے چند چیزوں سے ترتیب دیکر

بنائی گئی ہو اور وہ درست ہو ' تو اہل عرب کہا کرتے ہیں : قومتہ تقویما فستقام و تقوم -

محدث ابن جریر طبری اپنی شہرۂ آفاق تفسیر میں " تقویم " کے مختلف معنی نقل کرتے ہوے اپنی راے ان الفاظ میں ظاہر فرماتے ہیں :

واولی الاقوال فی ذلک بالصواب	تقویم کے معنی میں بہترین
ان یقال ان معنی ذلک فی	قول یہ ہے کہ اسکے معنی احسن
احسن صورۃ و اعدلہا - (انتہی)	و اعدل حالت کے ہیں -

یہ تینوں مفسر اور انکے سوا اور مفسرین بھی اگرچہ ترتیب الفاظ و تعبیر مقصد میں مختلف ہیں ' تاہم منشاء و مآل سب کا ایک ہے - یہ ضرور ہے کہ بیضاوی نے نہایت مفصل اور جامع الفاظ میں " تقویم " کا مفہوم ادا کیا ہے ' جسکا خلاصہ یہ ہے کہ " گویا بلحاظ حسن صورت ' اور گویا بلحاظ بلندی قامت ' انسان تمام ممکنات کی تمثیل اور کل کائنات کے خواص کا مجموعہ ہے " اور یہ انسانی شرف کی بہت بڑی دلیل ہے کہ جو اوصاف (مثلاً حیوانات میں حرکت و ارادہ و انتقام ' نباتات میں نشوونما ' ملائکہ میں طاعت رب کریم وغیرہ وغیرہ ') فرداً فرداً دیگر مخلوقات میں موجود ہیں ' وہ سب کے سب ایک وجود انسانی میں مکنون ہیں - فلینظر الناظرون و یمحص المشتاقون -

اسی مضمون کو قرآن حکیم نے دوسرے مقامات پر بھی بیان کیا ہے - صرف اجمال و تفصیل کا فرق ہے ورنہ مقصود ایک ہے -

ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے :

و صورکم فاحسن صورکم	اے انسانو ! خدا نے تمکو بہترین
	صورت میں پیدا کیا ہے -

یہاں صورۃ سے مراد صرف نقش و نگار جسمانی یا خد و خال نہیں ' بلکہ صور معقولہ و قواء ادراکیہ بھی ہیں - (کما صرح بہ الاصفہانی فی الذریعۃ و المفسرون فی تفسیرہم) -

دوسری جگہ جو بہت زیادہ مفصل ہے اسطور پر مذکور ہے :

ولقد كرمنا بني آدم	هم نے بني آدم كو بزرگي عطا فرمائي
وحملناهم في البر	اور تري و خشكي ميں اونكے چلنے
والبحر' ورزقناهم	كيليے سوارياں بنائيں - عمده عمده
من الطيبات' وفضلناهم	چيزيں كهانے كو ديں - يهانتك كه
على كثير ممن	مخلوقات كے اكثر حصه پر اونكو فضيلت
خلقنا تفضيلا -	و سيادت حاصل هے -

إن تمام آيات كو ايک دوسرے كے ساتهه ملا كر پڑهنے سے معلوم هو جاتا هے كه انكا مقصود فضيلت انساني كا ثبوت هے " سورة التين " ميں اس دعوے كو مدلل و مشرح كيا گيا هے ' اور ثبوت ميں چار دليليں بصورت قسم پيش كي گئي هيں -

محققين نے محاورات عرب و اشعار جاهلية سے اسكا فيصله كرديا هے كه قسم اپنے ما بعد بيان كيليے شهادت و دليل هوتي هے امام رازي سورة ذاريات كي تفسير لكهتے هوے شروع هي ميں تحرير فرماتے هيں :

ان الايمان التي حلف الله	" تمام وه قسميں جو الله تعالى نے
تعالى بها' كلها دلائل اخرجها	قرآن شريف ميں بيان فرمائي
في صورة الايمان - مثاله قول	هيں' سب كي سب قسم كي
القائل لمنعمه وحق نعمك	صورتوں ميں دلائل هيں - جس
الكثيرة' اني لا ازال اشكرك -	طرح كوئي اپنے محسن كا شكريه
فيذكر النعم وهي سبب	ادا كرنيكے ليے كهتا هے : وحق
مفيد لدوام الشكر -	نعمتك الكثيرة' اني لا ازال اشكرك -

اور اس قول ميں نعمتوں كا ذكر دوام شكر كيليے سبب قرار ديتا هے "

اس مسئله كو پيش نظر ركهتے هوے اب همارا فرض هے كه هم يه ثابت كريں كه " لقد خلقنا الانسان في احسن تقويم " پر يه چار قسميں " تين ' زيتون ' طور سينين ' بلد امين " كيونكر دليل هوسكتي هيں ؟

(تين و زيتون كي شهادت)

"تين" كے معني بعض مفسرين نے دمشق كے ايک پهاڑ اور بعض نے بيت المقدس كے ايک پهاڑي مقام كے بيان كيے هيں - ليكن يه سب اقوال مجروح هيں - اور انكے ضعف كي طرف بيضاوي وغيره مفسرين نے اشاره بهي كيا هے - مناسب هي نهيں بلكه ضروري هے كه اس كے معني اوسي پهل كے ليے جائيں جسكو هم اپني زبان ميں " انجير " كهتے هيں - اسيطرح زيتون سے بهي مراد وهي مشهور پهل هے جس سے روغن نكالا جاتا هے ' اور جو اهل عرب كي هر دل عزيز و جان پرور غذا هے -

ابن جرير لكهتے هيں :

حدثنا ابن بشار ... عن الحسن	حضرت حسن سے مروي هے كه
في قول الله والتين والزيتون	قرآن شريف ميں تين سے مراد
قال تينكم هذ الذي يوكل	وهي پهل هے جسے لوگ كهاتے
و زيتونكم هذ الذي يعصر	هيں - اور زيتون سے مراد وهي هے
	جس سے روغن نكالتے هيں -

امام رازي اپنے تفسير ميں تين و زيتون كے معني بيان كرتے هوے حضرت ابن عباس رضي الله كا قول نقل كرتے هيں " هو تينكم و زيتونكم هذا " اے اهل عرب ! تين وزيتون سے مراد يهي تمهارے مشهور پهل هيں -

ان دونوں الفاظ كے معني متعين هونيكے بعد غور كرو كه يه شرف انساني پر كسطرح شاهد هيں ؟ تم جانتے هو كه انجير ايک نهايت چهوٹا سا پهل هے ' ليكن غذا و دوا ميں بيشمار فوائد ركهتا هے - ذائقه كے لحاظ سے نهايت شيريں هے - باعتبار طبي فوائد كے قاطع بلغم' ملين طبع ' مطهر لليتين ' مسمن بدن وغيره' اسكے معمولي خواص هيں -

پس انجير شاهد هے كه جسطرح يه جسم صغير هوكر بيشمار فوائد كا مجموعه هے ' اسي طرح وجود انساني بهي جسماً مختصر ليكن مختلف قوتوں كا پتله ' گوناگوں جذبات كا سراپا ' بو قلموں اسرار كا مجسمه هے !

بيشک اسكي مٹهي بهر هڈيوں كا ڈهانچ عالم تكوين كي غير محدود كوه پيكر هستيوں كے سامنے كچهه حقيقت نهيں ركهتا ' مگر ان هڈيوں هي ميں وه طاقت هے جو پهاڑوں كي چوٹيوں اور سمندروں كے طوفانوں كو مسخر كرسكتي هے !

دوسري شهادت زيتون كي هے - وه يه كه جسطرح زيتون ميں روغن حلول كيے هوے هے' اور زيتون كي قدر اوسكے روغن هي كيوجه سے هے' اسي طرح انساني جسم ميں بهي روح كا حلول هے' اور اسكا شرف بهي اوسكي روح هي سے هے - ورنه انسان مٹي كا ايک ڈهير يا حشرات الارض كي گهناؤني غذا هے اور بس -

يهاں پر دو سوال اور قابل غور هيں - ايک يه كه جناب باري نے زيتون هي كو شهادت كيليے كيوں منتخب كيا ' جبكه يه فائده اور روغن دار پهلوں يا اسي قسم كے تخموں سے بهي حاصل هوسكتا تها ؟

اسكا جواب يه هے كه اهل عرب جو قرآن كريم كے اولين مخاطب هيں' اونكے سامنے جو چيز بكثرت موجود تهي' وه زيتون هے' اور جو فوائد غذا و دواء كے اعتبار سے انهيں حاصل هورهے تهے' وه بالكل انپر واضح و آشكارا تهے -

دوسرا سوال يه هوسكتا هے كه جبكه روح جسم سے اعلى و اشرف اور اوسپر حاكم هے' تو اسكي شهادت كو جسم كي شهادت سے مقدم هونا چاهيے' اور اسليے والتين كي جگه والزيتون كے لفظ سے سورة كو شروع كرنا چاهيے تها - يه درست هے' مگر ياد ركهنا چاهيے كه دليل و اثبات كے موقعه پر مقدم هونيكا وه چيزيں حق ركهتي هيں جو تجارب و محسوسات كے دائره ميں هوں - قطع نظر فلسفهٔ جديده كے جسكي بنياد كا سنگ اولين هي تجربه هے' اگر ارسطو و افلاطون كے فلسفه كو ديكهو - اور كم از كم علامه بهاري كي سلم كے آخر ميں برهان كي بحث سامنے ركهو' تو معلوم هوجائيگا كه دليل مفيد يقين وهي هوسكتي هے جسكے مقدمات كي ترتيب امور يقينيه اور تجربه پر هو' يا كم از كم ايسے مقدمات كيطرف اونكي تحصيل هوتي هو - بهرحال جسم اور اوسكے فوائد محسوس اور بالكل ظاهر هيں' اور روح غير محسوس هے - پس اسليے جسم كي شهادت كو حق تها كه وه روح كي شهادت پر مقدم هو' اور سورة كو والتين هي كے لفظ سے شروع كيا جاے -

(نكته)

زيتون كے لفظ ميں ايک اور لطيف اشاره هے - وه يه كه جب زيتون سے روغن نكال ليا جاتا هے تو اوس سے دوسرے فوائد كے علاوه چراغ بهي روشن هوسكتا هے ' اور وه اپنے ارد گرد تمام چيزوں كو منور كرديتا هے - اسي طرح وه روح جو قفس عنصري ميں مقيد هے ' اگر بقدر طاقت بشري اوسكو بهي علائق ماديه سے پاک و صاف كرليا جاے' تو پهر اس سے بهي بهت سي تاريک روحيں منور' اور ظلماتي قلوب روشن هوسكتے هيں !

(طور سينين كي شهادت)

"طور سينين" كي تفسير ميں تمام مفسرين اپني عادت قديم كے موافق بهت سے احتمالات بيان كرتے هيں' مگر در اصل يه سب تكلف هے - اس سے مراد وهي پهاڑ هے جو حضرة موسى كيليے تجلي گاه رباني اور بني اسرائيل كيليے قانون شريعت كا

مہبط تھا - ابن جریر نے بھي اسي کو پسند فرمایا ہے - چنانچه لکھتے ھیں :

و اولی الاقوال في ذالك بالصواب قول من قال طور سینین جبل معروف -	صواب تر قول اس بارہ میں اوس شخص کا ہے جو کہتا ہے که طور سینین سے مراد مشہور و معروف پہاڑ ہے -

یه شہادت ایک عجیب و غریب شہادت ہے جو ثابت کرتي ہے که ضعیف و ناتواں انساني پتله میں مادي ترقي کي قوۃ کہانتک ہے' اور وہ اپنے کمال کے بازوؤں سے اڑ کر کہانتک پہونچ سکتا ہے؟ اس سے پہلے تم بني اسرائیل کي حالت پر نظر کرو' وہ ایک ایسي قوم تھي جس نے اسرائیلي برکت اور حضرۃ ابراھیم کے خدا کے وعدے کو فراعنه کے قدموں میں پائمال کردیا تھا - اوس بدبخت قوم نے فطرت کي سب سے زیادہ گراں قدر نعمت (یعني حریۃ) کو ھمیشه غیروں کي چوکھٹوں پر قربان کیا !

یہي بد نصیب بنو اسرائیل تھے جو انساني عبدیۃ کے خون سے پیدا ھوئے - غلامي کے دودھه سے پلے - استبداد کي آب و ھوا میں بڑھتے رہے - یہاں تک که شرف قومي کا پاک جذبه جسکي حفاظت دل کے خون اور دماغ کي روح سے ھوني چاھیے تھي' فراموش کردیا گیا - آہ' صرف یہي نہیں بلکه انہوں نے دیکھا که ظالم مصریوں کي خون آشام تلواریں اپني پیاس اونکے معصوم بچوں کے خون سے بجھاتي ھیں' اور اونکي مخدرات کي عصمت کي فرعونیوں کے وحشت کده پر قرباني ھورھي ہے - یذبحون ابنائہم و یستحیون نسائہم - مگر تاهم اس بے حسي کي صدا سے باز نه آسکه : فاذھب انت و ربك فقاتلا انا ھاھنا قاعدون -

بد قسمت عبرانیوں کي یه حالت تھي' مگر جب جبل طور پر (جسکي قسم اس سورۃ میں کھائي گئي ہے) موسی علیه السلام کو قانون ملۃ عطا ھوا' اور اوسپر آیندہ نسل نے عمل کیا' تو پھر وہ حالت ھوئي که جو غلام تھے وہ شہنشاہ ھوگئے - جس قوم کو مصر میں سوکھي روٹیوں کے ٹکڑے بھي پیٹ بھرنیکے لیے چین سے نصیب نه تھے' اوسکے قدموں پر شام کے خزانے جمع کیے - کنعانیوں اور حبشیوں کے دلفریب سبزہ زاروں کي یه قوم مالک ھوئي - اموریوں (۱) اور فرزیوں' حویوں اور یبوسیوں' کي دودھه و شہد بہانیوالي زمین اونکے قبضه میں آگئي - اسي کے آفتاب جلالت و سطوت سے بابل و نینوا کے قصر جگمگا اوٹھے' اور اسي کے رعب و شوکت نے مصر کے ایوانوں کو ھلادیا - یه سب کیوں ھوا؟ صرف اسلیئے که پہلے وہ صراط مستقیم و راہ حق سے بے خبر تھي' اور اب اوسپر عامل ھوگئي - پہلے وہ اوس قانون الہي سے جو طور پر نازل ھوا جو ترقي کے بے شمار اسرار سے معمور تھا' محروم تھي اور اب اوسکي پرستار ھوگئي - پس خداوند تعالی نے اسي لیے طور کو جس سے ایک بہت بڑي قوم کے عروج و زوال کي تاریخ وابسته تھي' بطور شاھد کے پیش کیا ہے که دیکھو' یه طور شاھد ہے که انسان کو ھمنے اشرف ترین پیدا کیا - کیا باوجود ایک حقیر و ضعیف ھستي ھونے کے اسکي پرواز سب سے زیادہ بلند نہیں ہے ؟

جسطرح که پہلے جسم کي شہادت اور اسکے بعد روح کي شہادت بیان کي گئي تھي' اسي طرح تیسري شہادت میں پہلے جسماني و مادي ترقي کا ثبوت دیکر چوتھي شہادت اوسکي روحاني ترقي کي دلیل قرار پائي -

---

(۱) ان تمام الفاظ سے شام کے قبائل مراد ھیں' اور یه تلمیح ہے کتاب خروج ۳ / ۱۷ و ۱۷ کے اوس مضمون کیطرف جسمیں حضرۃ موسی علیه السلام سے انعامات کا وعدہ کیا گیا تھا -

(بلد امین کي شہادت)

و ھذا البلد الامین - امین امن سے مشتق ہے' جسکے معني حفاظت کرنیکے ھیں - امانۃ کو امانۃ اسي لیے کہتے ھیں که اوسمیں حفاظت کي جاتي ہے - امین اگر اسم فاعل کا صیغه ہے اور اپنے حقیقي معني امن میں یہاں مستعمل ہے' تو اسکے معني ھونگے " حفاظت کرنیوالا " یا مثل قتیل بمعني مقتول اسم مفعول کے معني میں استعمال کیا گیا ہے' تو اسوقت اسکے معني ھونگے محفوظ - بہر حال دونوں صورتوں میں بلد امین سے مراد مکه معظمه (زادھا الله شرفہا) ہے - کذا صرح الکشاف والرازي والبیضاوي وغیرھم -

پہلي صورت میں مطلب یه ہے که خانۂ کعبه فار عن الدم (جو شخص کسیکو قتل کرکے بیت الله میں آ چھپے) کے قصاص سے اور جانوروں کے شکار سے جبکه وہ حرم میں داخل ھو جائیں' حفاظت کرنیوالا ہے - کیونکه نص قراني میں دوسري جگه "حرما آمنا" موجود ہے -

دوسري صورت میں مطلب یه ہے که یه کعبۂ محترمه قتل و غارت' جنگ و جدال وغیرہ سے محفوظ ہے - یه چوتھي قسم ہے' اور انساني شرف کے جس شعبه پر شہادت لائي گئي ہے' اسکو ھم اوپر لکھه آئے ھیں - اسکي تفصیل کیلیے ایک مختصر مقدمه پیش نظر رھنا ضروري ہے -

محبت کے دو درجے ھیں - ایک یه که محبوب اور اوسکے جمیع متعلقات سے الفت ھو - اوسکے دیار و لباس کي یاد بھي رھي دل پر اثر کرے جو اوسکي چشم بیمار کے اشارے کرتے ھیں - امرء القیس نے جب ایک سفر میں اپني محبوبه کي قیام کے آثار کو دیکھا' تو بیخود ھوگیا' اور یاران سفر سے کہنے لگا :

قفانبك من ذکری حبیب و منزل
بسقط اللوی بین الدخول فحومل

دوسرا مرتبه یه ہے که محبوب کے سوا کسي سے محبت نه ھو - اوسکا روے آتشیں قلب میں وہ آگ روشن کردے که ماسوا کي الفت خاکستر ھو جاے' اور یه عالم ھو :

جدھر دیکھتا ھوں اودھر تو ھي تو ہے !

یه مرتبه پہلے سے اعلی ہے اور اسي کا نام مرتبۂ خلت ہے' جسکا نمونه حضرت ابراھیم و اسمعیل علیہما السلام تھے - حضرت ابراھیم کیلیے تو یه مقام ظاھر ہے که جب اون سے اونکے جگر گوشه و چشم و چراغ اسمعیل کي قرباني کیلیے ارشاد ھوا تو وہ بلا تامل تیار ھوگئے' اور اسپر حضرت باري سے یه خطاب عطا ھوا :

و اتخذ الله ابراھیم خلیلا	الله تعالی نے ابراھیم کو اپنا خلیل بنایا -

لیکن حضرت اسمعیل بھي اس مقام خلت سے محروم نه تھے - چنانچه جب راہ حق میں اونکو قربان کرنیکے لیے کہا گیا (اني اذبحك فانظر ما تری) تو انھوں نے بلا تامل عرض کیا که اے باپ اگر آپ قربان کرنیکے لیے طیار ھیں' تو میں بھي قربان ھونے کے لیے حاضر ھوں -

---

یا ابت افعل ما تؤمر ستجدني انشاء الله من الصابرین (۲۳ : ۷)

کعبه مکرمه درانہي پرستاران حق و فداکاران ملت کي بناء کردہ تعمیر ہے' گویا تعلیم خلت کي درسگاہ ہے' جسکو یه بزرگوار تعمیر کرتے جاتے تھے اور اپنے جذبۂ عشق میں معمور ھوکر کہتے جاتے تھے :

ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم' ربنا واجعلنا مسلمین	اے ھمارے خدا تو ھمارے اس کام بناء کعبه کو قبول فرما اسلیے که تو ھي ھماري دعاکو سننے والا اور ھمارے کاموں کو جاننے والا ہے -

لک و من ذریتنا امة مسلمة لک و ارنا مناسکنا و تب علینا انک انت التواب الرحیم - ربنا و ابعث فیہم رسولا منہم یتلو علیہم ایتک ویعلمہم الکتاب والحکمة و یزکیہم انک انت العزیز الحکیم (۱ : ۱۴)

اے پروردگار ! آپ تو ہمکو اپنا فرمانبردار بندہ بنالے اور ہماری نسل سے ایک مطیع و منقاد امۃ قائم کر - اے خدا اپنے ارکان عبادت ہمکو ہدایت کر اور ہمپر رحمت نازل فرما کیونکہ تو ہی تواب و رحیم ہے - اور پھر اس امۃ میں ایک ایسا رسول مبعوث فرما جو انہیں سے ہو ' وہ رسول تیری آیتیں انکو سنائے اور تیری کتاب و حکمت کی باتیں انکو سکھائے - تو سب کچھ کرسکتا ہے ' اسلیے کہ تو سب پر غالب اور سرچشمہ حکمت ہے -

پس درسگاہ خلت یعنے بیت ابراہیمی اس پر شاہد ہے کہ انسانی روح کہانتک ترقی کرسکتی ہے ' اور اسکی انتہا کیا ہے ؟ تمکو معلوم ہوگیا کہ اسکی ترقی اس حد تک ہے جہاں پہونچکر ایک ہی مقصود ' ایک ہی مطلوب ' اور ایک ہی شاہد و مشہود سامنے ہوتا ہے ' جسکی چشم و ابرو کے اشاروں اور دہن حق طلب کی مسکراہٹ پر اپنی عزیز ترین چیزونکو بھی قربان کردیا جاتا ہے -

اے گم گشتگان طریق حق ! اگر دین حنیف تمہارے ہاتھوں میں ' اسمعیلی خون تمہاری رگوں میں ' اور ابراہیمی دعا کی امۃ مسلمہ تم ہو ' تو پھر تمہارے لیے ذریعۂ فلاح و نجات وہی جذبہ خلت ' وہی جوش محبت ' وہی سوداء عشق ' وہی طریق ابراہیمی ہے ' جسکی شہادت تمہارا کعبۂ مکرمہ بزبان حال پیش کررہا ہے - اور اوسکی صدا اوسکے در و دیوار سے آرہی ہے -

حضرۃ شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں اس امر کو مفصل بیان کیا ہے کہ روح و جسم کا وجود اور اونکا اجتماع دوسرے جانداروں میں بھی ہے - لیکن حصول سلطنت اور مقام خلت جن پر تیسری و چوتھی قسم شاہد ہے ' یہ انسان ہی کیساتھ مخصوص ہے - ان دو آخری خصوصیتوں میں سے پہلے قوۃ حیوانیہ انسانیہ ' اور دوسری قوۃ ملکوتیہ کا خاصہ ہے - پس ان خصائص و قوی ' ان فوائد و منافع کے انکشاف کے بعد کون ہے جو اسمیں شک کرسکتا ہے کہ : لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ؟

(اشتہار)

اکسیر اعظم یا زندگی کی بہار

(ایجاد کردہ حکیم حافظ ابو الفضل محمد شمس الدین)

—:o:—

" ایک سریع الاثر اور مجرب مرکب "

ضعف دماغ و جگر کیلیے یہ ایک مجرب اور موثر دوا ہے - خصوصاً ضعف مثانہ اور ان مایوس کن امراض کیلیے جنکا سلسلہ بعض اوقات خودکشی تک مسلسل ہوتا ہے ایک بے خطا اور آزمودہ مرکب ہے - صحت کی حالت میں اگر اسکا استعمال کیا جاے تو اس سے بہتر اور کوئی شے محافظ قوت نہیں ہوسکتی -

قیمت فی شیشی ۲ - روپیہ محصول ڈاک ۲ - آنہ

المشتہر : منیجر دی یونانی میڈیکل اسٹورس فوارۂ صحت نمبر ۱/۱۵ زین اسٹریٹ کاشغانہ ویلسلی - مدراس

الهـــلال :

(از جناب مولانا السید مرتضی نو نہروی)

جب دوسرے سال دفعتاً یہ نورانی پرچہ نظر فقیر سے گزرا تھا تو میں نے محرر و مدیر الہلال جناب علامہ دوراں ' وحید الزماں مولانا ابوالکلام آزاد کو لکھا تھا کہ یہ ہلال نہیں ہے - اسکا نام " البدر " ہونا مناسب ہے - اسنے بدریۃ کے افق پر تدریجاً حرکت و ترقی نہیں کی ہے بلکہ بدو تکوین ہی سے وہ بدر ہے - لہذا مستحق تسمیۃ البدر عین الکمال روزگار ہے - لیکن اس قمر کو محاق میں چند روز رہنا پڑا - ان ایام ظلمت میں افکار اہل علم و بصیرت کے اندر جو ماتم برپا تھا اوس ماتمگساری کا بزبان حال یہ نوحہ تھا :

خون دل خورد کن کہ شرابے بہ ازیں نیست
آتش بجگر زن کہ کبابے بہ ازیں نیست

مگر بمقتضاے : والقمر قدرناہ منازل حتی عاد کالعرجون القدیم - اب پھر تاریکی محاق سے نکلکر ' عالم اسلام و علوم و ادب کو منور کرنے لگا ' اور سماے حریۃ راے ' و معارف قرآنی ' و حقائق حکمۃ و بیان یزدانی کا آفتاب عالمتاب بنکر نصف النہار و نقطہ وسط النہار پر چمکنے لگا -

ہنود و براہمہ اور عوام شیعہ قمر در عقرب کی نحوست کے قائل ہیں - گو جناب مجلسی حق الیقین جلد ۱۴ بحار میں بقاعدہ ہیئۃ و ریاضی اسکی تضعیف پر مائل ہیں - دفاتر روایات اہل سنۃ و جماعت بھی اس روایت سے خالی نہیں ہیں مگر محققین و ناقدین نے اسکو قابل وثوق نہیں سمجھا ہے بہرحال ہمارا قمر عقربیۃ کے خطرات سے بالکل نکل آیا ہے ' اور امید ہے کہ البلاغ کے بلوغ رشد و کمال کا یہ روز دنیاے اسلام میں بہتر از عید عید و تقریب نشاط ہو ' جو کسی رسم و قید کی پابند نہیں !

ہماری آرزوؤں اور امیدوں نے بصورت البـــلاغ اپنا ظہور موفور السرور کیا ہے ' مگر قلم جادو نگار علامہ عصر حضرت آزاد ہی کا ہے - وہی غلغلۂ آفریں عالم ارواح و معانی سے بلند ہے ' وہی علم و فن کی رنگینی ہے ' وہی معارف قرآنیہ کی نور افشانی ہے جس پر فصاحت و بلاغت ہزارہا سجدہ کرتی ہے ' وہی متانت افکار اور آزادی راے کا نظارہ ہے جو پہلے تھا ' وہی انکشاف حقائق و علوم ہے جو اسکی خصوصیت تھی ' وہی معارف قرآنیہ و نبویہ کی جلوہ فرمائیاں ہیں جنکے لیے وہ عالمگیر شہرت حاصل کرچکا ہے - بتفاہم و تامل و تبصر -

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش ۔ من انداز قدت را می شناسم

البـــلاغ فقیر کی نظر سے گزرا تو زبان پر یہ شعر جاری ہوا :

یا بدر دجی بوصلہ احیـــانی * اذ زار وکـــم بہجرہ افنـــانی
باللہ علیک عجل سفلک دمی * لا طاقۃ لی بلیلۃ الہجـــران

ایک ماهـوار تاریخی رسـالہ

میں ایک ماہوار تاریخی رسالہ جاری کرنے کا مصمم ارادہ کرچکا ہوں ' جو تہذیب اخلاق اور تہذیب نفس کا کام انجام دیتا ہوا ملک و قوم کی صحیح تاریخ پیش کرسکیگا ' پہلا نمبر انشاءاللہ تعالی جنوری میں شایع ہوجائیگا - احباب کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس نگارش کے ملاحظہ فرماتے ہی آپ ارادہ سے مطلع فرمائیں کہ آیا آپ رسالہ کی (جسکا نام عبرت ہوگا) خریداری پر آمادہ ہیں ؟ نیز اپنے قیمتی مشورہ اور اعانت سے دریغ نہ فرمائیں - رسالہ کی قیمت صرف ایک روپیہ ششماہی ' اور ضخامت تیس چالیس صفحات ہوگی - مجھکو مخاطب کرنیکے لیے ذیل کا پتہ کافی ہے -

اکبر شـــاہ خان - نجیب آباد

: هر فرمایش میں البلاغ کا حوالہ دینا ضروری هے

ریئلڈ کی مسٹریز اف دي کورٹ ف لندن

یہ مشهور ناول جوکه سوله جلدرلمیں هے ابهي چهپ کر نکلی هے اور تهوڑي سي رهگئي هے - اصلي قیمت کي چوتهائي قیمت میں دیجاتي هے - اصلي قیمت چالیس ۴۰ روپیه اور اب دس ۱۰ روپیه - آپربکي جلد هے جسمیں سنهري حرف کي کتابت هے اور ۳۱۶ هاف ٹون تصاویر هیں تمام جلدیں دس روپیه میں وي - پي اور ایک روپیه ۱۴ - آنه محصول ڈاک -

امپیرئیل بک ڈیپو - نمبر ۶۰ سریگوپال ملک لین - بڈوبازار - کلکته

Imperial Book Depot, 60 Srigopal Mullick Lane,
Bowbazar Calcutta.

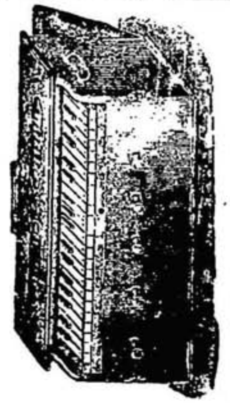

نصف قیمت ور

تبله انعام

همارا سائنس فکس فورمث هار مونیم سریلا اور مضبوط سب موسم اور آب و هوا میں یکساں رهنے والا همارے خاص کارخانه میں گواساں لکڑي سے طیار کیا هوا هے اسوجه سے کبهي پوري قیمت اور کبهي نصف قیمت پر فروخت کرتے هیں - ایک مدہ کیلیے یه قیمت رکهي گئی هے - ایک مرتبه منگواکر آزمایش کیجیے - نهیں تو پهر آپکو افسوس کرنا پڑیگا - اگرچه مال ناپسند هوے تو تین روز کے اندر واپس کرنے سے هم واپس کرلیوینگے - اس وجه سے آپ دریافت کرلیجیے که یه کمپنی کسی کو دهوکا نہیں دیتی هے - گرانٹی تین برس - سنگل ریڈ اصلی قیمت ۳۵ - ۴۰ - ۵۰ روپیه - اور اسوقت نصف قیمت ۱۹ - ۲۰ - ۲۵ روپیه - و ڈبل ریڈ اصلی قیمت ۶۵ - ۷۰ - ۸۰ - ۹۰ روپیه - و نصف قیمت ۳۲ - ۳۵ - ۴۰ - ۴۵ روپیه - هر ایک باجه کیواسطے مبلغ پانچ روپیه پیشگي روانه کرنا چاهیے اور اپنا پورا پته اور ریلوے اسٹیشن صاف صاف لکهنا چاهیے - هر ایک سنگل ریڈ کے ساتهه ایک کهڑي اور ڈبل ریڈ کے ساتهه ایک تبله و ڈگی انعام دیا جاویگا - هندسي هارمونیم سکهها کا قیمت ایک روپیه هے -

نیشنل هارمونیم کمپنی ڈاکخانه شماه - کلکته

SALVITAE

یه ایک اتنا مجرب دوا اُن امراض کا هے که جسکي وجه سے انسان اپنی قدرتي قوت سے گرجاتا هے - یه دوا اُن کهوئي هوئي قوت کو پهر پیدا کر دیتي هے - قیمت ایک روپیه -

ASTHMA TABLETS

کسي قسم کا دمه اور کتنے هي عرصه کا هو اگر اس سے اچها نه هو تو همارا ذمه - کهانسي کے لیے بهي مفید هے - قیمت ایک روپیه -

PILES TABLETS.

براسیر خوني هو یا بادي - بغیر جراحي عمل کے اچها هوتا هے - قیمت ایک روپیه -

S. C. Roy, M. A. Mfg. Chemists 36 Dharamtola Street, Calcutta

---

هر قسم کے جنون کا مجرب دوا

اسکے استعمال سے هر قسم کا جنون خواه نوبتي جنون ' مرگي والا جنون ' غمگین رهنے کا جنون ' عقل میں فتور ' بے خوابي وغیره وغیره دفع هوتي هے - اور وه ایسا صحیح و سالم هو جاتا هے که کبهي ایسا گمان تک بهي نهیں هوتا که وه کبهي ایسے مرض میں مبتلا تها -

قیمت فی شیشي پانچ روپیه علاوه محصول ڈاک -

S. C. Roy, M. A. 167/3, Cornwallis Street, Calcutta.

امراض مستورات

کے لیے ڈاکٹر سیام صاحب کا اوبهرالین

مستورات کے جمله اقسام کے امراض - کا خلاصه نه آنا - بلکه اسوقت درد کا پیدا هونا - اور اسکے دیر پا هونیسے تشنج کا پیدا هونا - اولاد کا نهونا غرض کل شکایات جو اندروني مستورات کو هوتے هیں - مایوس شده لوگونکو خوشخبري دیجاتي هے که مندرجه ذیل مستند معالجونکي تصدیق کرده دوا کو استعمال کریں اور ثمرہ زندگاني حاصل کریں - یعني ڈاکٹر سیام صاحب کا اوبهرالین استعمال کریں اور کل امراض سے نجات حاصل کرکے صاحب اولاد هوں -

مستند مدراس شاهو - ڈاکٹر ایم - سي - ننجنڈا راؤ اول اسسٹنٹ کهمیکل اکزامنر مدراس فرماتے هیں - "مینے اوبهرالین کو امراض مستورات کیلیے " نهایت مفید اور مناسب پایا -

مس ایف - جي - ریلس - ایل - ایم - ایل - آر - سي - پي اینڈ ایس - سي گوشا اسپتال مدراس فرماتي هیں :- "نمونے کي شیشیاں اوبهرالین کي اپنے مریض پر استعمال کرایا اور بیحد نفع بخش پا " -

مس ایم - جي - ایم - براڈلي - ایم - ڈي - (برن) بي - ایس - سي - (لنڈن) سینٹ جان اسپتال ارکاڈي بمبئي فرماتي هیں : " اوبهرالین جسکو که مینے استعمال کیا هے " زنانه شکایتوں کیلیے بهت عمده اور کامیاب دوا هے "

قیمت في بوتل ۲ روپیه ۸ آنه - ۳ بوتل کے خریدار کیلیے صرف ۶ روپیه -

پرچه هدایت مفت درخواست آنے پر روانه هوتا هے -

Harris & Co., Chemists, Kalighat Calcutta

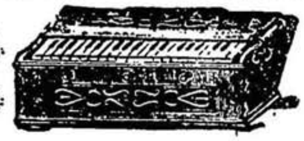

IMPERIAL FLUTE

بهترین اور نهایت لاجواب قیمت سنگل ریڈ ۱۴ - ۱۸ - ۲۰ روپیه

قیمت ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۸ - ۳۵ روپیه

هر درخواست کے ساتهه ۵ روپیه بطور پیشگي آنا چاهیے -

GANGA FLUTE

قیمت سنگل ریڈ ۱۳ - ۱۷ - و ۲۰ - روپیه -

ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۷ - ۳۵ - روپیه

Imperial Depot. 60, Srigopal Mullick Lane
Bowbazar, Calcutta.

پوہن ٹائین

ایک عجیب و غریب ایجاد اور حیرت انگیز شفا ' یه دماغ و صافی شکایتونکو دفع کرتي هے - پژمرده دلونکو تازه بناتي هے - یه ایک نهایت موثر ٹانک هے جوکه یکساں مرد اور عورت استعمال کر سکتے هیں - اسکے استعمال سے اعضاء رئیسه کو قوت پهونچتي هے - هسٹریه وغیره کو بهي مفید هے - قیمت ایک روپیه -

زینو ٹون

اس دوا کے بیروني استعمال سے ضعف باه ایکدم رفع هو جاتي هے اس کے استعمال کرتے هي آپ محسوس کرینگے قیمت ایک روپیه آٹهه آنه -

AYESHA

مُفرح دماغ - حسن کي افزایش - رگوں کي تازگي - بال کا بڑهنا یه سب باتیں اسمیں موجود هیں - نهایت خوشبودار - قیمت ۲ روپیه -

نمونه مُفت - مشوره مُفت - فهرست مُفت

Dattin & Co, Manufacturing Chemist, Post Box 141 Calcutta.

مفت! مفت!!

راے صاحب ڈاکٹر کے - سي - داس صاحب کا تصنیف کرده نوجوانوں کا رهنما و صحت جسماني و زندگي کا بیمه کتاب قانون عیاشي - مفت روانه هوگا -

Swasthy Sahaya Pharmacy, 30/2, Harrison Road Calcutta

البیان

فی

مقاصد القرآن

هــذا بـيـان لـلـنـاس، وهـدى وموعظة للمتقين (۳ : ۳۳)

یعنی قرآن حکیم کي مفصل تفسیر، از خامه اڈیٹر الہلال

اس تفسیر کے متعلق صرف اسقدر ظاہر کردینا کافي ہے کہ قرآن حکیم کے حقائق و معارف اور اوسکي محیط الکل معلمانہ دعوۃ کا موجودہ دور جس قلم کے فیضان سے پیدا ہوا ہے، یہ اسي قلم سے نکلي ہوئي مفصل اور مکمل تفسیر القرن ہے !

یہ تفسیر موزوں کتابي تقطیع پر چھپنا شروع ہوگئي ہے - ہر مہینے کے وسط میں اسکے کم سے کم ۶۴ اور زیادہ سے زیادہ ۱۰۰ صفحے اعلی درجہ کے ساز و سامان طباعۃ کے ساتھہ شائع ہوتے رہینگے - اس سلسلے کا پہلا نمبر جسمیں نصف حصہ مقدمۂ تفسیر اور نصف سورۂ فاتحہ کي تفسیر کا ہوگا، انشاء اللہ ۱۵ - صفر کو شائع ہوجائیگا - قیمت سالانہ ۱۴ - صفر تک چار روپیہ - بعد کو پانچ - روپیہ -

اڈیٹر الہلال کي رائے

میں ہمیشہ کلکتہ کے یوروپین فرم " جیمس مرے " کے یہاں سے عینک لیتا تھا - اس مرتبہ مجھے ضرورت ہوئي تو میسرز ایم - ان احمد - اینڈ سنز (نمبر ۱-۱۵ رپن اسٹریٹ کلکتہ) سے کئي مختلف قسم کي عینکیں خرید کیں، اور میں اعتراف کرتا ہوں کہ وہ ہر طرح بہتر اور عمدہ ہیں، اور یورپین کارخانوں سے مستغنی کردیتي ہے - مزید براں مقابلتاً قیمت بھي ارزاں ہیں - تاہم بھي جلد اور وعدہ کے مطابق ہوتا ہے

آپکو واجبي قیمت پر ہر قسم کي اصلي پتھر کي عینک مضبوط صحیح وقت دینے والي گھڑیونکي ضرورت ہو تو ان میں سے ایک منگواکر آزمایش کریں - رعایتي قیمت وغیرہ کي لالچ میں پڑکر دھوکا نہ کھائیں -

۱- انگما واچ پتلي خوشنما مضبوط و صحیح وقت کي گارنٹی ۳ سال مع محصول ۵ روپیہ -

۲- ڈبل کیس خوبصورت و مضبوط وقت کي سچی گارنٹی ۳ سال مع محصول ۶ روپیہ -

۳- چاندیکي ڈبل کیس مثل کورالیزر کے وقت کي سچي گارنٹي ۳ سال مع محصول ۱۰ روپیہ -

۴- نکل کیس و میگا واچ نہایت پائدار و وقت کي نہایت سچي گارنٹي ۵ سال مع محصول ۱۷ - روپیہ -

۵- نیو رسٹ واچ ہاتھہ کي زیب دینے والي مع تسمہ گارنٹی چار سال مع محصول ۱۵ - روپیہ سے ۲۲ - روپیہ تک -

صرف اپني عمر و دور و نزدیک کي بینائي کي کیفیت تحریر فرمانے پر ہمارے لایق و تجربہ کار ڈاکٹرونکي تجویز

سے اصلي پتھر کي عینک بذریعہ وی - پي کے ارسال خدمت کي جائیگي - اسپر بھي اگر آپ کے موافق نہ آے تو بلا اجرت بدل دیجائیگي -

عینک نکل کماني مع اصلي پتھر کے قیمت ۵ روپیہ سے آٹھہ روپیہ تک -

عینک رولڈ گولڈ کماني مع اصلي پتھر کے قیمت دس روپیہ سے پندرہ روپیہ تک - محصول ڈاک وغیرہ ۶ - آنہ -

دو نظر (یعنی نزدیک و دور دیکھنے) کي عینک قیمت بالا نرخوں سے ۵ روپیہ زیادہ -

ایم - این - احمد اینڈ سنز تاجران عینک و گھري نمبر ۱ - ۱۵ رپن اسٹریٹ ڈاکخانہ ویلسلي کلکتہ

جسنے درد وھي جانتا ھے ، دوسرا کیسو نکر جان سکتا ھے

یہ سخت سردي کے موسم میں تندرست انسان کا جان بلب ہو رہا ہے - سردي ہٹانے کیلیے بندوبست کیے جاتے ہیں - لیکن افسوس بدقسمتي سے دمہ کے مریض نا قابل برداشت تکلیف دمہ پریشان ہوتے ہیں، ... سانس پھولنے کیوجہ سے دم نکلے جاتے ہیں، اور نیند تک حرام ہو جاتي - دیکھیے ! آج اوسکا سدر تکلیف ہے - لیکن افسوس ہے کہ اس لا علاج مرض کي بازاري دوا زیادہ تر نشیلي اشیاء اور دھتورہ، بھنگ، ... ، پوٹاس ... اور دالا، دیکر بنتي ہے - اسلیے فائدہ ہونا تو درکنار مریض بے موت مارا جاتا ہے - ڈاکٹر برمن کي کیمیائي اصول سے بني ہوئي دمہ کي دوا انمول جوہر ہے - یہ صرف ہماري ہي بات نہیں ہے بلکہ ہزاروں مریض اس مرض سے شفاء پا کر مداح ہیں - آپنے بہت خرچ کیا ہو لیکن ایک مرتبہ اسے بھي آزمالیں - اسمیں نقصان نہیں - قیمت ایک روپیہ چار آنہ في شیشي - محصولڈاک ۵ آنہ - اس دوا کي دو خاص فوائد ہیں - (۱) ایک خوراک میں دمہ دبتا ہے - (۲) اور کچھہ روز استعمال سے جڑ سے چلا جاتا ہے اور جبتک استعمال میں رہے دورہ نہیں ہوتا ہے -

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

Printed & Published by Q. Ahmad at the AL-BALAGH Press, 45, Ripon Lane Calcutta.